جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

تبوک - اخاء ۱۳۸۵ ہش
ستمبر - اکتوبر ۲۰۰۶ء

جلسہ سالانہ برطانیہ
۲۰۰۶ء
کے چند مناظر

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۶ء کے چند مناظر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (12:65)

ستمبر۔اکتوبر 2006

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ۔

(درمنثور صفحہ202 جلد اوّل بحوالہ طبرانی اوسط و بیہقی)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک دن اعتکاف بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں بنادے گا جن کے درمیان مشرق و مغرب کے مابین فاصلے سے بھی زیادہ فاصلہ ہوگا۔

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فہرس

قرآن کریم

يَآ اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O
اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O

(البقرة: 184-185)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اُسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔ (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اُسے) اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی۔ اور اُن لوگوں پر جو اس کی طاقت رکھتے ہوں ایک مسکین کا کھانا دینا (بطور فدیہ رمضان کے) واجب ہے۔ اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم علم رکھتے ہو تو سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

تفسیر: رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور خاص رحمتیں لے کر آتا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے دروازے ہر وقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے اُن سے حصہ لے سکتا ہے صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے ورنہ اس کی طرف سے دینے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہاں بندہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازہ پر چلا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے بعد ایک عورت کو دیکھا کہ وہ پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی اُسے جو بچہ بھی نظر آتا وہ اُسے اُٹھا کر اپنے گلے سے لگا لیتی اور پیار کر کے چھوڑ دیتی۔ آخر اسی طرح تلاش کرتے کرتے اُسے اپنا بچہ مل گیا اور وہ اُسے لے کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اس عورت کو اپنا بچہ ملنے سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اللہ تعالیٰ کو اپنا گمشدہ بندہ ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔ سو اُس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے اور ہر لحہ قبولیتِ دُعا کا لحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس کے احسانات میں سے ہی ہے کہ اُس نے رمضان کا ایک مہینہ مقرر کر دیا تا کہ وہ لوگ جو خود نہیں اُٹھ سکتے اُن کو ایک نظام کے ماتحت اُٹھنے کی عادت ہو جائے۔ اور اُن کی غفلتیں اُن کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔ پس یاد رکھو کہ روزے کوئی مصیبت نہیں ہیں۔ اگر یہ کوئی دکھ کی چیز ہوتی تو انسان کہہ سکتا تھا کہ میں دُکھ میں کیوں پڑوں لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ روزے دکھوں سے بچانے اور گناہوں سے محفوظ رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی لِقاء حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اور گو بظاہر یہ ہلاکت کا باعث معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انسان فاقہ کرتا ہے جاگتا ہے، بے وقت کھانا کھاتا ہے جس سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور پھر ساتھ ہی اس کے یہ احکام بھی ہیں کہ صدقہ و خیرات زیادہ کرو۔ اور غرباء کی پرورش کا خیال رکھو مگر یہ قربانیاں ہیں جو اُسے خدا تعالیٰ کا محبوب بناتی ہیں۔ اور یہی قربانیاں ہیں جو قومی ترقی کا موجب بنتی ہیں۔

(تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحہ383)

حدیث

عَنْ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کُنَّامَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمْسَیْتَ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَیْنَا نِھَارًا قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَہٗ فَشَرِبَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَأَیْتُمُ اللَّیْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا وَاَشَارَ بِیَدِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

(مسلم کتاب الصوم باب بیان وقت انقضاء الصوم صفحہ 456/1)

حضرت ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔غروب آفتاب کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کو افطاری لانے کا ارشاد فرمایا۔اس شخص نے عرض کی حضور ذرا تاریکی ہو لینے دیں۔آپ نے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔اس شخص نے پھر عرض کی حضور ابھی تو روشنی ہے۔حضور نے فرمایا۔افطاری لاؤ۔وہ شخص افطاری لایا۔آپؐ نے روزہ افطار کرنے کے بعد فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے اندھیرا اُٹھتے دیکھو تو افطار کرلیا کرو۔مغرب کی طرف نہ دیکھتے رہو کہ اس طرف روشنی غائب ہوئی ہے یا نہیں۔

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَاَلَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ: اَیُّ شَھْرٍ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَھْرِرَمَضَانَ قَالَ اِنْ کُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَھْرِرَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّہٗ شَھْرُ اللّٰہِ فِیْہِ تَابَ اللّٰہُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ وَیَتُوْبُ فِیْہِ قَوْمٌ اٰخَرِیْنَ۔[1]

(ترمذی ابواب الصوم باب صوم المُحرم)

([1] یَوْمٌ تَابَ اللّٰہُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ ھُمْ قَوْمُ مُوْسٰی بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ نَجَّا ھُمُ اللّٰہُ مِنْ فِرْعَوْنَ وَاَغْرَقَہٗ۔ترجمہ:جس دن اللہ تعالیٰ ایک قوم پر رجوع برحمت ہوا یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دی اور فرعون کو غرق کیا۔)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ رمضان کے بعد میں کس مہینہ میں روزے رکھا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اگر ماہ رمضان کے بعد تم روزے رکھنا چاہو تو محرم کے مہینہ میں رکھا کرو کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک بابرکت مہینہ ہے اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو ظالم حکمران سے نجات دی اور آئندہ بھی اسی ماہ ایک دوسری قوم (یعنی مسیح موعود پر ایمان لانے والوں) کو ایسے ہی ظالم حکمران سے نجات دے گا۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے میرے حق میں پیغمبر خدا نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ سلمان یعنی اَلصُّلْحُ کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی ایک اندرونی دوسری بیرونی اور یہ اپنا کام رفق سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے اور میں مشربِ حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہوسکتا تھا اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔''

(تفسیرِ کبیر، بیان فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ، جلد اول ص265)

''میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے اِنَّمَا الاعمال بالنیات۔ بعض دفعہ ہم دو دو تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اُٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بناء دقت پر نہیں ہے۔ جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے۔ اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیئے فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔''

(الحکم جلد5 نمبر6 مورخہ 17/فروری 1901ص13)

''مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ اگر تم مریض ہو یا کسی سفر قلیل یا کثیر پر ہو تو اسی قدر روزے اور دنوں میں رکھ لو۔ سو اللہ تعالیٰ نے سفر کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور نہ احادیث نبوی میں حد پائی جاتی ہے بلکہ محاورہ عام میں جس قدر مسافت کا نام رکھتے ہیں وہی سفر ہے ایک منزل (سے) جو کم حرکت ہو اس کو سفر نہیں کہا جاسکتا۔''

(مکتوبات جلد پنجم نمبر پنجم ص 81)

''جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ عام حکم ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو اُن پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔''

(بدر جلد6 نمبر42 مورخہ 17/اکتوبر 1907ص7)

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے
اک تیری قیدِ محبّت ہے جو کردے رستگار

دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں بےدلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجُود
پس کرو اس نفس کو زیروزبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

تیری مُنہ کی بھوک نے دل کو کیا زیروزبر
اے میرے فردوسِ اعلیٰ اب گِرا مجھ پر ثمار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جُہد و عمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
رہ میں حق کی قوتیں اُن کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

سب پیاسوں سے نِکوتر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ وُہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

اے میرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اِک بےنظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وُہ اور دُوسرے اُمیدوار

خطبہ جمعہ

ہر احمدی یہ عہد کرے کہ اس رمضان میں اپنے اندر انشاء اللہ تعالیٰ انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔ ہر احمدی یہ کوشش کرے اور دعائوں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے مزے چکھے۔

اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ باجماعت نمازوں کی طرف ابھی بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے ۔ اگر یہ ہو جائے توہم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتے دیکھیں گے۔

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
22؍ اکتوبر 2004 بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن ۔لندن)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ط أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○
(سورۃ البقرہ :187)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ'اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں'۔

رمضان کے شروع ہوتے ہی یہ خیال دل میں فوراً پیدا ہو جاتا ہے کہ کیونکہ یہ برکتوں والا مہینہ ہے اور اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لئے عموماً لوگ مسجدوں کی طرف بھی زیادہ رخ کرتے ہیں۔ مسجدوں کی حاضری بھی بڑھتی ہے۔ فجر کی نماز کی حاضری بھی بعض دنوں سے زیادہ ہو جاتی ہے، جتنی عام دنوں میں مغرب یا عشا کی نماز پر۔ بلکہ مجھے کسی نے لکھا تھا، پہلے یا دوسرے روزے کی بات ہے کہ آج مسجد فضل میں فجر کی حاضری اتنی تھی کہ ہال بھرنے کے بعد بھی لوگ اِدھر اُدھر نماز کے لئے جگہ تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ دنیا کے اور شہروں اور ملکوں سے بھی یہی اطلاعیں آ رہی ہیں کہ ماشاء اللہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آجکل بڑی رونق دکھا رہی ہیں۔ دل خوش ہوتا ہے کہ لوگوں کو خیال آیا اور دنیاوی دھندے چھوڑ کر، آرام دہ بستروں کو چھوڑ کر، صبح اٹھنے، تہجد پڑھنے، روزہ رکھنے اور پھر مسجد میں نماز کے لئے آنے، ایک خدا کی عبادت کرنے، اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو بخشوانے کی طرف

توجہ پیدا ہوئی ہے۔ یہ توجہ اللہ تعالیٰ رمضان میں اپنے بندوں پر فضل کرتے ہوئے بخشش کے جو دروازے کھولتا ہے اس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

''جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

انسان کیونکہ غلطیوں کا پتلا ہے دن میں بھی روزانہ کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کئی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو موقع دیا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کی جائے۔

لیکن یاد رکھیں کہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔ اب دیکھیں ایمان کا تقاضا کیا ہے۔ ایمان کیا تقاضا کرتا ہے۔ کیا یہ کہ گیارہ مہینے عبادت کی طرف، نمازوں کی طرف حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ نہ ہو اور بارہویں مہینے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ پیدا ہو جائے تاکہ گزشتہ گناہ بخشے جائیں۔ نہیں، ایمان کا تقاضا ہے کہ جو عہد تم نے اللہ سے کیا ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک احمدی نے جو عہد کیا ہے ان کو پورا کرے۔ جو تبدیلیاں ایک رمضان میں پیدا کی ہیں ان تبدیلیوں کو اب اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے جو احکامات ہیں ان پر عمل کرنا ہے۔ اور یہ عہد بھی کرنا ہے کہ آئندہ اب ان برائیوں کو ہم نے اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دینا۔ پھر خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر پڑے گی اور گزشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے یہ رمضان سے، روزے سے متعلق جو احکامات ہیں قرآن کریم میں ان آیات کے بیچ میں رکھی گئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دنوں اپنے بندوں پر پیار کی نظر ڈالنا چاہتا ہے۔ بھولے بھٹکوں کو واپس لانا چاہتا ہے۔ ان کی عبادتوں کے معیار اونچے کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے صحیح عبد دنیا میں پیدا ہوتے رہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ میرے بندے سے یہاں مراد عاشقانِ الٰہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں۔ اب دیکھیں عاشق کون ہوتے ہیں۔ سچے عاشق تو اپنے محبوب کی ہر بات مانتے ہیں۔ دنیاوی محبوبوں میں تو بری بھلی ہر قسم کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایسی ہے جس میں سوائے نفع کے اور ہے ہی کچھ نہیں۔ نفع ہی نفع ہے۔ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ہر خیر کا وہ سرچشمہ ہے اور ہر برائی سے وہ بچانے والا ہے۔ ہر تکلیف سے وہ نجات دینے والا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کا جواب دوں گا۔ اب سچا عاشق کیا مانگتا ہے۔ سچا عاشق محبوب سے اس کا قرب مانگتا ہے۔ اور جب قرب حاصل ہو جائے، ایک دوسرے پر یقین پیدا ہو جائے تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش ہوتی ہے۔ یہاں تو یہ بھی یکطرفہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب ملنا ہے تو فائدہ بھی صرف ہمیں ہونا ہے اور پھر یہ جو ہے کہ صرف فائدہ اٹھانے تک بات نہیں رہتی بلکہ یہ کہ جب تم اس کا قرب پا لوگے تو پھر کچھ قربانیاں کرنی پڑیں گی، ان کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔

آگے اللہ تعالیٰ مزید کھول کے فرماتا ہے کہ کون میرے بندے ہیں جن کو مَیں جواب دیتا ہوں۔ فرمایا وہ میرے بندے ہیں، وہ میرے عاشق ہیں جو میری بات پر لبیک کہتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو باتیں کی ہیں جن پر لبیک کہنا ہے وہ کیا ہیں۔ وہ حقوق اللہ ہیں، وہ حقوق العباد ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں، وہ بندوں کے حقوق ہیں۔ مستقل مزاجی سے اس کی عبادت بجا لائیں۔ جن باتوں سے روکا ہے ان سے رک جائیں۔ جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کی ادائیگی کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں سات سو حکم ہیں۔ جب رمضان میں قرآن کریم کا مطالعہ کریں گے، گہرائی سے مطالعہ کریں گے، ترجمہ پڑھیں گے تو ان احکامات کا بھی پتہ لگ جائے گا۔ جب پتہ لگ جائے گا تو ان احکامات پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرنی ہے۔

اور نیک نیتی سے کی گئی کوشش پھر نیکیوں میں بڑھاتی بھی ہے۔ تو یہی سچے عاشق کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان پر لبیک کہنا، ان پر عمل کرنا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے جو ہر عاشق سے ایک جیسے معیار قربانی کا مطالبہ کرے۔ بلکہ ہر ایک کی استعداد کے مطابق، ہر ایک کی طاقت کے مطابق قربانی کا حکم ہے، یا احکامات پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کی باتوں پر عمل کرنے اور ان میں ترقی کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

پھر فرمایا کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔ اب کامل ایمان بھی یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کی جائے۔ پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ ایسی چیزیں ہیں جو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس لئے اس آیت میں جو یہ لکھا ہے کہ میری بات پر لبیک کہیں وہ باتیں یہی ہیں کہ اعمال صالحہ بجالائیں، نیک اعمال بجالائیں۔ نیکیوں پر قائم ہوں اور پھر عبادت کرتے ہوئے دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارے قریب ہوں۔ فرمایا کہ پھر میں تمہارا دوست بنوں گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

(البقرۃ:258)

کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہوتا ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ دوستی اور ایمان تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گا۔ اور پھر یہ کہ قرب عطا کرتا چلا جائے گا، اس میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ یہ قرب ایسا نہیں کہ ایک جگہ رکنے والا ہے۔ وہ دعاؤں کو بھی سنے گا۔

لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی قربت اور دعاؤں کی قبولیت کچھ شرائط کے ساتھ ہے۔ پہلی تو یہی کہ اس کا عبد بن کے رہنا ہے۔ خالص اس کا ہونا ہے۔ خالص ہو کر اس کی عبادت کرنی ہوگی۔ اس کو سب طاقتوں کا سرچشمہ سمجھنا ہوگا۔ پھر یہ کہ جب بھی مانگنا ہے اس سے مانگنا ہے۔ یہ نہیں کہ دل میں چھوٹے چھوٹے خدا بنائے ہوں۔ جس سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفیں بھی شروع کر دیں۔ بعضوں کو افسروں سے فائدہ پہنچتا ہے تو وہ ان کو یا ان کے بچوں کو خوش کرنے کے لئے بعض دفعہ نمازیں تک ضائع کر دیتے ہیں اور ان کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ باتیں قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں کہ جب بھی تم کوئی کام کر رہے ہو، دنیاداری کا بھی کام کر رہے ہو تو تمہاری یہ دنیاداری یہ تمہاری نمازوں میں روک نہ بنے، تمہاری عبادتوں میں روک نہ بنے۔ تمہاری کاروباری مصروفیات تمہیں عبادتوں سے غافل کرنے والی نہ ہوں۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ ان کی ملکہ سے کوئی میٹنگ تھی، گئے ہوئے تھے، تو کچھ دیر کے بعد انہوں نے بڑی بے چینی سے اپنی گھڑی دیکھنی شروع کر دی۔ آخر ملکہ کو پتہ لگا اس نے پوچھا۔ آپ نے کہا ایک خدا ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور اب میرا اس کی عبادت کا وقت ہے۔ تو یہ جرأت ہونی چاہئے کہ کوئی بڑے سے بڑا افسر یا بادشاہ بھی ہو، اس کے سامنے بالکل نہیں جھجکنا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سامنے کوئی بھی ہستی نہیں ہے۔ یہ تو سب دنیاوی چیزیں ہیں۔ آخر اس کو اپنے عملہ کو بھی کہنا پڑا کہ آئندہ یہ خیال رکھنا کہ ان کے نمازوں کے وقت اگر آئیں تو خود ہی بتا دیا کرو۔ تو یہ جرأت ہر احمدی کو دکھانی چاہئے۔

پھر یہ بھی شرط ہے کہ رسول کی اطاعت کرنی ہے، جو احکامات دیئے ہیں جو ارشادات فرمائے ہیں جس طرح ہمیں نصیحت کی ہے جو ہم سے توقعات رکھی ہیں جس طرح کام کر کے دکھائے ہیں اس طرح کرنا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ پھر یہ بھی یقین رکھنا ہوگا اور ایک مومن کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ دعائیں سنتا ہے، اور سننے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اگر اپنے جذبات میں اور دعاؤں میں شدت پیدا ہونے کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی تو پھر یا تو ہمارے دعا مانگنے کے طریق میں کوئی کمی ہے یا ہماری دوسری کمزوریاں اور حقوق کی عدم ادائیگی آڑے آ گئی ہے۔ حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے، لوگوں کے حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے، لوگوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے روکیں پڑ رہی ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے

نزدیک وہ کام یا مقصد جس کے لئے ہم دعا کر رہے ہیں ہمارے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ خود بھی فیصلہ کرتا ہے۔ یا اگر دو آدمیوں کے حق کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کون زیادہ حقدار ہے اس لئے بہتر حقدار کو حق مل جاتا ہے۔لیکن نیک نیتی سے اور خالص ہو کر مانگی گئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ کسی اور وقت کام آ جاتی ہیں اس دنیا میں یا اگلے جہان میں۔ اس لئے دعائیں مانگنے میں کبھی تھکنا نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر اور دعا کے ساتھ ہی ہے۔ اس لئے ہمیشہ صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے چلے جانا چاہیئے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں سنتا ہے جو بے صبری نہیں دکھاتے اور یہ نہیں کہتے کہ میں نے بہت دعائیں کرلیں اور اللہ تعالیٰ تو سنتا ہی نہیں۔ یہ کفر ہے، ایمان سے دور لے جانے والی باتیں ہیں۔ ایک مومن کو ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے ایک احمدی کو ہمیشہ ان چیزوں سے بچنا چاہیئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے دعاؤں کے قبول کرنے یا اس رنگ میں قبول نہ کرنے کے بارے میں جس طرح بندہ مانگتا ہے، فرمایا یہ تو دو دوستوں کی طرح کا معاملہ ہے۔کبھی دوست اپنے دوست کی مان لیتا ہے کبھی دوست سے اپنی منواتا ہے۔اسی طرح خدا معاملہ کرتا ہے۔لیکن بظاہر جو ایک مومن کی دعا خدا رد کرتا ہے یہ بھی اصل میں اس کے فائدے کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔(یہ الفاظ میرے ہیں شاید آگے پیچھے اصل الفاظ ہوں) بہر حال یہی مفہوم ہے۔

تو اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں کہ:

''یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ میں بہت نزدیک ہوں۔یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آ سکتا ہے۔اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے''۔ بڑا آسان طریقہ ہے مجھے سمجھنے کا اور دلیل حاصل کرنے کا۔

''اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایۂ یقین تک پہنچتا ہے''۔ جب اللہ تعالیٰ سنتا ہے تو جواب بھی دیتا ہے نہ صرف اپنی ہستی کا یقین دلواتا ہے بلکہ یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ وہ سب قدرتوں کا مالک ہے۔ '' لیکن'' شرط ہے کہ '' چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خداترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں''۔ اب یہ خداترسی اور تقویٰ کی حالت وہ اللہ تعالیٰ کو آواز سنوانے کے لئے پیدا کرنی ہوگی۔'' نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفت تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے''۔

(ایام الصلح صفحہ 31 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 649)

تو فرمایا تقویٰ ہو، خداترسی ہو اور اللہ کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو اور اللہ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کر رہے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آواز سنوں گا۔ پھر یہ کہ ایمان ہو۔ میرے پہ ایسا ایمان ہو، یہ یقین ہو کہ خدا ہے اور خدا کی ذات کا یہ یقین پہلے دل میں ہونا چاہئے۔معرفت تامہ سے یعنی گہرائی میں جا کر تجربہ سے خدا تعالیٰ کی ہر صفت کی پہچان ہونے سے پہلے یہ یقین ہو کہ خدا ہے۔وہ جو آیا ہے کہ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْب

کہ غیب پر ایمان ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ غیب بھی خدا کا نام ہے۔تو فرمایا کہ ہر تجربہ سے پہلے یہ یقین ہو کہ خدا ہے اور وہ بے انتہا صفات کا حامل ہے، سب قدرتیں اور طاقتیں رکھتا ہے۔ جب اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھو گے، اس کے آگے جھکو گے،

اس سے دعائیں مانگو گے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی مکمل پہچان ہوگی، عرفان حاصل ہوگا، تجربہ ہوگا، قبولیت دعا کے نشانات دیکھو گے۔ تو یہ چیزیں اور معیار ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتائے اور جو آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس یقین کے ساتھ جب ہم دعائیں مانگیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ سنے گا۔ یہ نہیں کہ منہ سے تو کہہ دیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین ہے اور ایمان ہے لیکن جو اس کے احکامات ہیں ان پر عمل نہ ہو۔ نمازیں سال کے سال صرف رمضان میں پڑھنے کی کوشش کی جارہی ہو یا کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، بہت فضل ہے جماعت پر کہ دوسروں کے مقابلے میں جماعت کی ایک بڑی تعداد نمازیں ادا کرنے والی ہے، نمازیں پڑھنے والی ہے۔ لیکن باجماعت نمازوں کی طرف ابھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس میں ابھی بہت کمی ہے۔

تو یہ رمضان ہمیں ایک دفعہ پھر موقع دے رہا ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں جس طرح جھکنے کا حق ہے۔ اس کی عبادت کریں، جس طرح عبادت کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کا یقیناً جواب دے گا۔ اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ان عبادتوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ اگر یہ ہو جائے تو اس سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتے دیکھیں گے۔ اس لئے مَیں پھر یہی کہوں گا کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دوسروں کے پاس دعائیں کروانے کی بجائے (بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ اپنا اپنا ایک حلقہ بنایا ہوا ہے، وہاں دعائیں کروانے کے لئے جاتے ہیں، اور خود توجہ نہیں ہوتی)۔ خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدرتوں کا تجربہ حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

’’پیر بنیں۔ پیر پرست نہ بنیں‘‘۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ بعض رپورٹیں ایسی آتی ہیں، اطلاعیں ملتی رہتی ہیں، پاکستان میں بھی اور دوسری جگہوں میں بھی، بعض جگہ ربوہ میں بھی کہ بعض احمدیوں نے اپنے دعا گو بزرگ بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ بزرگ بھی میرے نزدیک نام نہاد ہیں جو پیسے لے کر یا ویسے تعویذ وغیرہ دیتے ہیں یا دعا کرتے ہیں کہ 20 دن کی دوائی لے جاؤ، 20 دن کا پانی لے جاؤ یا تعویذ لے جاؤ۔ یہ سب فضولیات اور لغویات ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ احمدی نہیں ہیں جو اس طرح تعویذ وغیرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دعا کروانے والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ مَیں جو مرضی کرتا رہوں، لوگوں کے حق مارتا رہوں، مَیں نے اپنے بزرگ سے دعا کروالی ہے اس لئے بخشا گیا، یا میرے کام ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ مومن کہلانا ہے تو میری عبادت کرو، اور تم کہتے ہو کہ پیر صاحب کی دعائیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں ان سے بچیں۔ عورتوں میں خاص طور پر یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے، جہاں جہاں بھی ہیں ہمارے ایشین (Asian) ملکوں میں اس طرح کا زیادہ ہوتا ہے یا جہاں جہاں بھی Asians اکٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہاں بھی بعض دفعہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ذیلی تنظیمیں اس بات کا جائزہ لیں اور ایسے جو بدعات پھیلانے والے ہیں اس کا سدباب کرنے کی کوشش کریں۔ اگر چند ایک بھی ایسی سوچ والے لوگ ہیں تو پھر اپنے ماحول پر اثر ڈالتے رہیں گے۔ نہ صرف ذیلی تنظیمیں بلکہ جماعتی نظام بھی جائزہ لے اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ چند ایک بھی اگر لوگ ہوں گے تو اپنا اثر ڈالتے رہیں گے۔ اور شیطان تو حملے کی تاک میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات ماننے والے بننے کی بجائے اس طرح بعض شرک میں پڑنے والے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ لیکن مَیں پھر کہتا ہوں کہ یہ بیماری چاہے چند ایک میں ہی ہو، جماعت کے اندر برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ تو یہ دعا سکھاتا ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں ہر ایک یہ دعا کرے کہ مجھے متقیوں کا امام بنا۔ خلیفۂ وقت بھی یہ دعا کرتا ہے کہ مجھے متقیوں کا امام بنا۔ اور یہ پیر پرست طبقہ کہتا ہے کہ ہم جو مرضی عمل کریں ہمارے پیر صاحب کی دعاؤں سے ہم بخشے جائیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہ۔ یہ تو نعوذ باللہ عیسائیوں کے کفارہ والا معاملہ ہی آہستہ آہستہ بن جائے گا۔ وہی نظریہ پیدا ہوتا جائے گا۔ پس اس طرف چاہے یہ چھوٹے ماحول میں ہی ہو، بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ابھی سے اس کو دبانا ہوگا۔ اور ہر احمدی یہ عہد کرے کہ اس رمضان میں اپنے

اندر انشاء اللہ تعالیٰ انقلابی تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ ہر احمدی یہ کوشش کرے اور ہر احمدی خود ان دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے مزے چکھے بجائے اس کے کہ دوسروں کے پیچھے جائے۔

ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے لئے باب الدعا کھولا گیا تو گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اس سے عافیت مطلوب کرنا محبوب ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا اس ابتلا کے مقابلے پر جو آچکا ہے اور اس کے مقابلہ پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو، نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔باب ما جاء فی عقد التسبیح باللہ)

فرمایا کہ سب سے محبوب عافیت ہے۔ یعنی نیکی، پارسائی، بری باتوں سے رکنا۔ یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔ اور دعاؤں میں جب ان نیکی کی راہوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگو گے تو گزشتہ ابتلاؤں سے بھی حفاظت میں آنے کے سامان کرو گے اور آئندہ کے ابتلاؤں سے بھی بچتے رہو گے۔ پس یہ دعائیں کرنا بھی ایک مستقل عمل ہے جس سے رحمت کے دروازے کھلتے رہیں گے۔ اور ہم گزشتہ اور آئندہ آنے والی ابتلاؤں سے بھی محفوظ رہیں گے۔

رحمت اور فضل کے دروازوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے والوں سے بھی تعلق ہے۔ اس لئے مسجد میں آنے اور جانے کی دعا سکھائی گئی ہے جس میں فضل اور رحمت کے دروازے کھولنے کے لئے دعا مانگی گئی ہے تاکہ مسجدوں کے اندر بھی اور باہر بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا سایہ رہے۔ اور ہمارا کوئی فعل خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہ ہو۔ اپنے دنیاوی دھندوں میں بھی یا دنیاوی کاروبار بھی کوئی آدمی کر رہا ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے عافیت طلب کرنے کی وجہ سے اس پر رحمت برسا رہا ہوگا۔ اس کی نمازوں کی وجہ سے اس کی دعاؤں کی وجہ سے، اس پر رحمت برسا رہا ہوگا۔ اور یہ رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں گے کیونکہ وہ دنیاوی کاموں میں بھی نیکی کو رائج کرنے والا ہوگا، نیک باتوں کو پھیلانے والا ہوگا اور اس کے لئے کوشش کر رہا ہوگا۔ تو یہی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا باعث بنتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں؟۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو دوں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔باب ما جاء فی عقد التسبیح باللہ)

یہ رمضان کے ساتھ کوئی شرط نہیں ہے یہاں تو رمضان کے علاوہ بات ہو رہی ہے کہ جب بھی کوئی بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو بخشتا بھی ہوں، میں اس کو دیتا بھی ہوں، اس کی باتوں کا جواب بھی دیتا ہوں۔ تو یہ رمضان تو اللہ تعالیٰ نے ایک موقع دیا ہے عبادتوں کی عادت ڈالنے کا۔ اس لئے اب ہر احمدی کو یہ عادت مستقل ڈالنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ہمیشہ ہم پر پڑتی رہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرے۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

پس یہ جو میں نے کہا کہ مستقل مزاجی سے عام حالات میں بھی توجہ پیدا ہونی چاہئے یہ حدیث بھی ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ صرف تکلیف اور ضرورت کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا بلکہ مستقل اس کے آگے جھکے رہنا ہے۔ اس کو پکارتے رہو۔ اس کے احکامات پر عمل کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تمہاری اس حالت میں تمہیں دیکھ کے تمہاری تکلیف دور کرنے کے لئے تمہاری طرف دوڑتا ہوا آئے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ

مجھے یاد کرتا ہے مَیں اس وقت اس کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا۔ اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا تو میں اس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے گا تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔باب فی حسن الظن باللہ عز وجل)

پس ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبانیں تر رکھیں اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارا ہر فعل اور ہر عمل اور اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے والا ہر قدم ایسا ہو جس سے اللہ تعالیٰ دوڑ کر ہمارے پاس آئے اور ہمیں اپنے پیار کی چادر میں لپیٹ لے۔

حضرت ابراہیم بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوالنون یعنی حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی وہ یہ ہے کہ:

لَآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

اس دعا کو جو بھی مسلمان کسی ابتلاء کے وقت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔باب ما جاء فی عقد التسبیح باللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات (یہ جو حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ ہوا تھا یہ اس بارے میں ہے) فرد قرارداد جرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 238جدید ایڈیشن)

یعنی اگر کوئی فیصلہ ہو بھی گیا ہو تب بھی وہ بدلا جاتا ہے۔ پس صدقہ خیرات اور دُعا' بلاؤں کو دُور کر دیتی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

''مَیں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے۔ میری ان باتوں کو قصہ کے طور پر نہ سنو۔ مَیں نُصْحًا لِلّٰہ کہتا ہوں اپنے حالات پر غور کرو اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دعا میں لگ جانے کے لئے کہو۔ استغفار، عذاب الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لئے سپر کا کام دیتا ہے۔ (یعنی ڈھال کا کام دیتا ہے)۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

مَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ

(الانفال:34)

اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ اس عذاب الٰہی سے تم محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 207 جدید ایڈیشن)

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ وہ بخشش طلب کر رہے ہیں۔

پھر ایک روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا ہے۔ بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے۔ تو وہ ان کو خالی اور نا کام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ یعنی صدق دل سے مانگی گئی جو دعا ہے اس کو رد نہیں کرتا اس کو قبول کر لیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگیں صدق دل سے مانگنا چاہئے۔ گزشتہ گناہوں اور غلطیوں کی معافی مانگی جائے اور آئندہ کے لئے نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے۔ اور پھر اس کے لئے کوشش بھی کی جائے تو اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور ان کے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمۂ فیض سمجھ کر بذریعہ حالی وقالی دعاؤں کے اس سے قوت اور امداد مانگتا اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبرانہ حالت میں رہتا ہے۔ جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچاوے''۔

یہاں شرط یہ لگائی کہ دعا کو کمال تک پہنچادے۔

'' خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔ اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے''۔

اگر دعا قبول نہیں بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت عطا ہو جاتی ہے۔ گو کام اس طرح نہیں ہوتا جس طرح اس کی خواہش ہو۔

'' اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا۔ اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے''۔

(ایام الصلح ، روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 236-237)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھتے تو آپ دعا کرتے (یہ بڑی جامع دعا ہے) اے میرے اللہ! تو ہمیں اپنا خوف عطا کر، جسے تو ہمارے اور گناہوں کے درمیان روک بنا دے اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو۔ اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا کر جس کی وجہ سے تو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور اتنا یقین بخش جس سے دنیا کے مصائب کو ہم پر آسان کر دے۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا۔ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تو ہمارا انتقام لے۔ اور جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ اور دین میں کسی بھی ابتلاء کے آنے سے بچا۔ اور ایسا کر کہ دنیا ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو اور نہ ہی دنیا ہمارا مبلغ علم ہو۔ (یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی نہ رہے) اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

'' حصول فضل کا اقرب طریق دعا ہے۔ اور دعا کے کامل لوازمات یہ ہیں کہ اس میں رقت ہو، اضطراب ہو اور گدازش ہو۔ جو دعا عاجزی اضطراب اور شکستہ دلی سے بھری ہوئی ہو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لاتی ہے۔ اور قبول ہو کر اصل مقصد تک پہنچاتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اس کا علاج یہی ہے کہ دعا کرتا رہے، خواہ کیسی ہی بے دلی اور بے ذوقی ہو لیکن یہ سیر نہ ہو۔ تکلف اور تصنع سے کرتا ہی رہے۔ اصلی اور حقیقی دعا کے واسطے بھی دعا ہی کی ضرورت ہے۔ بہت سے لوگ دعا کرتے ہیں اور ان کا دل سیر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ کچھ نہیں بنتا۔ مگر ہماری نصیحت یہ ہے کہ اس خاک بیزی میں ہی برکت ہے''۔

یعنی خاک چھاننے میں برکت ہے۔ ایسی کوشش کرنے میں برکت ہے۔

'' کیونکہ آخر گوہر مقصود اسی سے نکل آتا ہے۔ اور ایک دن آجاتا ہے کہ جب اس کا وہ دل زبان کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود ہی وہ عاجزی اور رقت جو دعا کے لوازمات ہیں، پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو رات کو اٹھتا ہے خواہ کتنی ہی عدم حضوری اور بے صبری ہو، لیکن اگر وہ اس حالت میں بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی دل تیرے ہی قبضہ اور تصرف میں ہے تو اس کو صاف کر دے اور عین قبض کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے بسط چاہے تو اس قبض میں سے بسط نکل آئے گی اور رقت پیدا ہو جائے گی''۔

یعنی دل کی جو گھٹی ہوئی کیفیت ہے وہ کھل جائے گی اور دعا کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی۔ اور

'' یہی وہ وقت ہوتا ہے جو قبولیت کی گھڑی کہلاتا ہے۔ وہ دیکھے گا کہ اس وقت روح آستانہ الوہیت پر بہتی ہے۔ گویا ایک قطرہ ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے''۔

(الحکم جلد نمبر 7 نمبر 31 مورخہ 24/ اگست 1903 صفحہ3)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''وہ دُعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تُند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے''۔

(یعنی پانی کا طوفان ہے جو کشتی بن جاتا ہے جو بچانے والی ہے)۔

''ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینے میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو۔ اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ''۔

چھوٹی چھوٹی دنیاوی باتوں اور جھگڑوں سے بچو جو روزمرہ ہر ایک کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔

''دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے۔ اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلی کے شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا یہی وہ خوارق ہے''۔

تو جب تبدیلی پیدا کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نئی شان دکھاتا ہے۔ فرمایا خدا تو وہی ہے جو پہلے خدا ہے۔ خدا اب نہیں بدلا بلکہ تم لوگوں کی تبدیلی کی وجہ سے تمہارے ساتھ اس کا سلوک بدل گیا ہے۔

فرمایا:

''غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے۔ اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے''۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 222-228)

تو آخر میں نتیجہ یہ نکالا کہ یہ تمام دعائیں جو ہیں یہ اسی وقت دعاؤں کا رنگ رکھیں گی جب تم نمازوں کی پابندی بھی کرو گے کیونکہ نماز میں یہ ساری باتیں آجاتی ہیں۔

اللہ کرے کہ ہمیں وہ عرفان حاصل ہو جو کہ خدا کے قریب تر کرنے والا ہو۔ اور ہماری دعاؤں میں وہ کیفیت پیدا ہو جس سے ہماری روح پگھل کر اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر بہہ جائے اور بہتی رہے۔ ہم نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنے والے ہوں اور ہماری مسجدیں ہمیشہ نمازیوں سے بھری رہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دنوں میں بھری ہوئی ہیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیار کو ہمیشہ جذب کرتے چلے جائیں۔

اب کچھ میں اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں جو میں نے گزشتہ جمعہ کو تحریک کی تھی یعنی یہاں کی مساجد کے بارے میں۔ ہارٹلے پول اور بریڈ فورڈ کی مساجد کے لئے یو۔کے کی ذیلی تنظیموں کو توجہ دلائی تھی۔ الحمدللہ کہ

انصار اللہ نے سب سے پہلے اطلاع دی کہ انہوں نے اتنے وعدے اکٹھے کر لئے ہیں اور آخری رپورٹ جو انہوں نے کل بھجوائی ہے اس کے مطابق تقریباً تین لاکھ پونڈ کے ان کے وعدے ہیں۔ اور سب سے پہلے مجلس انصار اللہ کی طرف سے وعدے اور وصولیوں کی رپورٹ بھی آئی ہے۔ انہوں نے کچھ وصولیاں بھی کی ہیں اور وہ بھی اچھی تعداد میں ہیں۔ ماشاء اللہ۔ الحمدللہ۔ انصار نے یہ ثابت کر دیا ہے (باقی تنظیموں کو میں کہہ رہا ہوں) کہ انہیں بوڑھا نہ سمجھیں، وہ جوانوں کے جوان ہیں۔ اور میرا خیال تھا کہ جمعہ پر توجہ دلاؤں گا کیونکہ کل تک باقی تنظیموں کی طرف سے رپورٹ نہیں تھی تو کل خدام الاحمدیہ کی طرف سے بھی رپورٹ ملی ہے۔ انہوں نے بھی 5 لاکھ کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن جس تفصیل سے انصار اللہ نے وعدے لینے کی کوشش کی ہے اس طرح نہیں بلکہ انہوں نے شاید اپنے لئے ایک ٹارگٹ مقرر کر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں اتنی ہم وصولی کریں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔

لیکن لجنہ کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں آئی حالانکہ ہمیشہ یہ طریق رہا ہے کہ لجنہ تو چھلانگ مار کر آگے آنے والی ہیں۔ مجھے جو انفرادی طور پر، یہاں سے جب میں دفتر گیا ہوں تو وہاں، جو وعدے ملے وہ سب سے پہلے خواتین کے وعدے ہی تھے اور عورتیں اپنے زیور بھی آ کر انفرادی طور پر پیش کر رہی ہیں۔ لیکن بحیثیت تنظیم، لجنہ کی طرف سے ابھی تک کوئی وعدہ نہیں آیا اس لئے وہ بھی آگے بڑھیں، چھلانگ لگائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ کبھی بھی مالی قربانیوں میں پیچھے نہیں رہی۔ اور مجھے امید ہے کہ اب بھی نہیں رہے گی۔ لگتا یہ ہے کہ زیادہ تفصیلی رپورٹ بنانے کی کوشش میں پڑی ہوئی ہیں۔ ابتدائی اطلاع کم از کم ان کو کرنی چاہئے تھی جو انہوں نے ابھی تک نہیں کی۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی بتایا تھا کہ مسجد فضل بھی ہندوستان کی غریب خواتین کے چندے سے ہی بنی تھی تو اب تو آپ بہت بہتر پوزیشن میں ہیں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ یہاں یو۔کے۔ کی لجنہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پوزیشن میں ہے کہ وہ کسی بھی ایک اچھی مسجد کا خرچ خود بھی برداشت کر سکتی ہے۔ اللہ ان کو توفیق دے۔ لیکن یہ جو اتنی ساری رقمیں آ رہی ہیں۔ اس کو سن کر خاص طور پر مَیں بریڈفورڈ والوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اب یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمیں کافی مدد مل گئی ہے اس لئے ریلیکس (Relax) ہو جائیں اور خود جماعت، ریجن یا شہر نے اپنی جو کوشش کرنی تھی جو انہوں نے اصول مقرر کیا تھا اس کے مطابق وہ کوشش بہرحال جاری رہنی چاہیئے۔ اگر زائد رقم ہو بھی جاتی ہے تو آئندہ انشاء اللہ کسی اور مسجد کے کام آ جائے گی۔ مسجدیں تو اب انشاء اللہ تعالیٰ بنانی ہیں۔ ایک دفعہ مسجدیں بنانے کا کام شروع کیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہر شہر میں یہاں ہم مسجد بنا دیں۔ اور ایک اچھی مسجد بنا دیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ یہ اظہار فرمایا تھا کہ اگر یورپ میں ہماری اڑھائی ہزار مسجدیں ہوں تو ہماری ترقی کی رفتار کئی گنا ہو سکتی ہے۔ تو اللہ کرے کہ جماعت کو جلد ایسی توفیق ملے کہ ہم اس تعداد میں مسجدیں یہاں بنائیں۔ رمضان میں ان سب لوگوں کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں جنہوں نے مساجد کے لئے قربانیاں کیں اور کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقوں کو بڑھاتا چلا جائے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی حسین یادیں

ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ

ایک مرتبہ ایک نہایت نیک اور انصاف پسند بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ جب حضرت عزرائیل اس کی روح کو لئے آسمان پر پہنچے تو فرشتوں نے ان سے سوال کیا: کیا آپ کو کبھی کسی کی روح قبض کرتے ہوئے شدید افسوس اور ملال ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں ایک مرتبہ ایک عورت نے صحرا میں بچے کو جنم دیا۔ دور دور تک کسی انسان کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ مجھے اس کی ماں کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا۔ میں نے اس شیر خوار، نومولود بچے کا درد بہت شدت سے محسوس کیا۔ اس پر ہمہ تن گوش فرشتوں نے بتایا کہ وہ بادشاہ جس کی روح وہ آج قبض کر کے لائے ہیں، وہ وہی بچہ ہے جسے وہ بے آب و گیاہ صحراہ میں بے آسرا اور بے سہارا چھوڑ آئے تھے۔ حضرت عزرائیل نے بے ساختہ کہا:

''سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔''

(امام غزالی، کیمیاء سعادت)

ہر چیز اور ہر واقعہ کی غرض و غایت خدا کو معلوم ہے وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے جبکہ انسان کا علم بہت محدود ہے۔ بعض اوقات ایسے تکلیف دہ واقعات رونما ہوتے ہیں جو اچھے بھلے صاحب ایمان لوگوں کو بھی ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال میرے لئے، بلکہ ہزاروں کے لئے ایک ایسا ہی واقعہ تھا۔

اگرچہ مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے دس سال کی عمر میں ملنے کا موقعہ بھی ملا، زمانہ طالب علمی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل رہا، مگر مقامِ خلافت کا صحیح ادراک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دورِ خلافت میں نصیب ہوا۔ پھر حضور کے ساتھ ایک ایسا تعلق پیدا ہو گیا کہ میرے ذہن میں ان سے الگ زندگی کا کوئی تصور نہ رہا۔ مگر 1998 میں حضور کی دل ہلا دینے والی بیماری اور پھر اس کے بعد آپ کے وصال نے چونکا کر خواب سے بیدار کر دیا۔ اس سانحہ سے پچھتاوے، افسوس اور ملال نے دل پر گہرا سایہ ڈال دیا۔ حضور کی دعا اور رہنمائی میرے اور زمانہ کے ہنگاموں کے درمیان ایک ڈھال تھی۔ بے ثباتی کا مضمون پرت در پرت دل و دماغ پر کھلنے لگا اور بے یقینی اور غیر محفوظ ہونے کے احساس نے گویا میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

حضور کی دعاؤں اور رہنمائی کے کھو جانے سے خوف نے جنم لیا، زیادہ وقت آپ کی بابرکت صحبت میں نہ گزار پانے کے احساس نے ملال کو راہ دی اور ایک بے لوث اور بے انتہاء پیار کرنے والے وجود کے اٹھ جانے کے خیال نے شدید غمگین کر دیا۔ ہر دم یہی خیال دامن گیر رہا کہ اب وسوسوں اور واہموں اور اندیشوں میں کس کے سامنے اپنے روح و بدن رکھ سکوں گا؟ مجھے تو کبھی حضور کو اپنے مسائل کے بارہ میں بتانا بھی نہ پڑتا۔ آپ کے ذرائع کچھ اور ہی تھے۔ 1992 یا 1993 کی بات ہے۔ کینیڈا کے شہر ٹورانٹو میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ نماز فجر کے وقت کی بات ہے۔ حضور نے بے ساختہ فرمایا: ''میں نے رات خواب میں آپ کو مسائل کا شکار دیکھا تھا۔ پریشان نہ ہونا، میں نے تمہارے لئے دعا کی ہے۔ اللہ تمہاری مدد اور حفاظت فرمائے گا۔'' خدا گواہ ہے کہ وہ مسئلہ جو درپیش تھا، کہیں معدوم ہی تو ہو کر رہ گیا۔

1994 کے موسم گرما کی بات ہے۔ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا۔ دیکھا کہ حضور کو کسی معاملہ میں مدد کی ضرورت ہے۔ بڑے پس و پیش سے حضور کی خدمت میں خواب تحریر کر دیا۔ حضور ایک نہایت خوددار انسان تھے۔ آپ کسی کی محتاجی کا منہ دیکھنے کی بجائے اپنی ضروریات کو محدود کرنے کو ترجیح دیتے۔ یہ سب جانتے ہوئے مجھے سرزنش سے بھرپور جواب کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ مگر جواب میں جو خط آیا وہ حضور نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا تھا اور مجھ

تک بذریعہ دستی ڈاک پہنچا۔حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے خط اورآپ کی خواب کی تاریخیں نوٹ کی ہیں۔اس سے ایک آدھ روز قبل میں نے اس معاملہ میں خدا کے حضور مدد کے لئے دعا کی تھی۔اور خدا نے بھری دنیا میں سے امریکہ میں رہنے والے ایک شخص کو چُن لیا۔حضور نے اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب پر شکرگزاری کے جذبات کا اظہار بھی کیا تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں خاکسار کے والد محترم شیخ رحمت اللہ صاحب جماعت احمدیہ کراچی کے امیر تھے۔اس زمانہ میں میرے والد صاحب کے تعلقات حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی پیدا ہوئے اور پھر بڑھتے گئے۔اس تعلق کا فیض خاکسار کے حصہ میں بھی آیا۔ حضور رحمہ اللہ نے مجھے بیٹوں کی طرح جانا۔حضور میری شادی کے موقعہ پر مہمان خصوصی کے طور پر رونق افروز ہوئے۔وقت کے ساتھ یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم (امیر جماعت احمدیہ امریکہ) نے بھی اس تعلق کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔آپ مجھے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دیتے اور اس بات کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ جولائی 1991 میں حضور نے ایک خط میں اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

’’آپ کو دیکھ کر شیخ صاحب کی طرح میری آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ دونوں میں سے کس کی زیادہ۔‘‘

23 جنوری 1995 کو حضور رحمہ اللہ نے بزبانِ انگریزی خاکسار کو ایک خط تحریر فرمایا کہ:

’’میں یکم جنوری کو آپ سے فون پر بات کرنے کا لطف حاصل کرنا چاہتا تھا، مگر کسی نہ کسی مجبوری نے اس لطف سے محروم رکھا۔پھر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ سال کا پہلا مہینہ ختم ہو جائے، میں اپنے ہاتھ سے آپ کو کچھ الفاظ ہی لکھ بھیجوں۔ پتہ ہے کیا؟ تم مجھے اس قدر پسند ہو کہ تمہیں مجھے دعا کرنے کے لئے یاددہانی کرانے کی بھی ضرورت نہیں۔اپنی بیوی اور بچیوں کو میرا سلام دینا، خصوصاً رقیہ کو، (خاکسار کی سب سے چھوٹی بیٹی ، جو اُس وقت 7 برس کی تھی)۔‘‘

اپریل 2003 میں میری طبیعت خراب رہنے لگی۔ بُرے بُرے خواب آتے اور طبیعت پر اداسی کے سائے پڑے رہتے۔میری بیٹی فاطمہ نے حضور رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں خاکسار کے لئے دعا کی درخواست لکھی۔ 12 اپریل کو تحریر فرمودہ جواب میں حضور نے فرمایا:

’’اپنے ابّا کو کہو کہ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔اللہ اُنہیں صحت اور عمر دراز سے نوازے گا۔خدا خود ان کا معین و رہنما ہوگا۔‘‘

حضور رحمہ اللہ سے میرا آخری رابطہ ٹیلیفون پر 13 اپریل 2003 کو ہوا۔حضور نے اپنی ادویہ اور علاج کی بابت کچھ دریافت فرمایا۔ میں نے حضور سے وعدہ کیا کہ میں ایک دو ہفتوں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔مگر حضور 19 اپریل کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

اے خدائے بزرگ و برتر میرا نام ان لوگوں میں لکھ لے جو اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنی ذمہ داری کو بدرجہ کمال نباہا۔اور اپنا سب کچھ اس مقدس فرض کی ادائیگی پر لگا دیا۔

یہ جو کچھ بھی لکھا ہے، کچھ یادیں، کچھ باتیں ہیں۔میرے پاس اور بے شمار لوگوں کے پاس اس موضوع پر کہنے کو بہت کچھ، بہت کچھ ہے۔حضور نے ہماری زندگیوں کو پاتال کی گہرائی تک جا کر چھوُا۔

حضور تو ایک ایسے خاص دوست تھے جو ہر گام پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی محبت اور شفقت، آپ کی دعا اور رہنمائی نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔

اب مجھے اپنی بے ثباتی کا زیادہ احساس رہتا ہے۔اب ہر کام میں تعجیل کی جگہ تدبر نے لے لی ہے۔ہر کام میں توجہ اور ارتکاز نے اپنے قدم مضبوط کر لئے ہیں۔اب زندگی کی لذّت کا تصور بالکل مختلف ہو گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت سب سے بڑا استاد ہے۔حضور رحمہ اللہ کی وفات نے بھی مجھے بہت کچھ سکھا دیا۔میرا دل اب بھی ان کی محبت سے لبریز ہے۔میری خواہش ہے کہ میں اچھے اعمال کی توفیق پاؤں تا یہ بھی ان کی تربیت سے منسوب ہوں اور ان کی روح آرام پائے۔میری دعائیں اب بھی مغفرت کی دعا سے معمور ہیں۔حضور رحمہ اللہ نے مجھ غریب کو مالا مال کر دیا۔

پاک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کا سردار

منظوم کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا

سب دنیا میں بیداری والے دین سے غافل سوتے ہیں
جب اس کے پیچھے پڑتے ہیں تو اس کو بالکل کھوتے ہیں

پر شاہ دو عالم کے پیرو کونین کے وارث بنتے ہیں
موجود ہے جو ''مقصود'' ہے جو دونوں ہی حاصل ہوتے ہیں

جاری سب کاروبارِ جہاں پر دل میں خیالِ یار نہاں
دن کاموں میں کٹ جاتا ہے راتوں کو اُٹھ کر روتے ہیں

دنیا سے الگ دنیا کے مکیں ملتے ہیں مگر کُھلتے یہ نہیں
دنیا تو ان کی ہوتی ہے یہ آپ خدا کے ہوتے ہیں

سامانِ معیشت بھی کرنا پھر جیتے جی اس پر مرنا
حق نفس کا بھی کرتے ہیں ادا بیج الفت کے بھی بوتے ہیں

خالق مٹی سے گھڑتا ہے مٹی میں رہنا پڑتا ہے
یہ خاک ہی کرتی پاک بھی ہے مل مل کے یہیں دل دھوتے ہیں

لاثانی اسوہ احمد کا یہ سیدھی راہ دکھا تا ہے
بے دنیا چھوڑے مسلم کو دنیا میں خدا مل جاتا ہے

ہرطرح کرم فرماتا ہے

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

مختلف مذاہب میں روزہ کا تصور

حسنیٰ مقبول احمد

خدائے واحد و یگانہ نے ابتداہی سے اپنے بندوں کوتقویٰ پر قائم رکھنے کیلئے دوسری عبادات کے ساتھ ساتھ روزہ جیسی عبادت کوبھی فرض قرار دیا جیسا کہ قرآن شریف میں بیان ہوا ہے کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرہ:183)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اس آیت قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی اور مذہبی تاریخ میں زمانہء قدیم سے ہی روزہ کا تصور موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر دَور اور مذہب میں اس کی تفاصیل کسی حد تک مختلف ہیں لیکن ان کا ایک مشترک مقصد ذہنی و جسمانی پاکیزگی، تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں ہی مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے عمل دخل اور نئے رجحانات کے باعث بنیادی مذہبی تعلیمات تیزی سے انحراف کا شکار ہوئی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ بعض مذاہب فی ذاتہٖ وقت کے ساتھ ساتھ جزوی یا کلی طور پر تحریف کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ گلوبل ولیج کی ایک مشترکہ فضا میں آپس میں اس قدر گھل مل گئے ہیں کہ بعض مذاہب کے پیروکار بھی اپنی اصل مذہبی تعلیمات سے مکمل طور پر بہرہ ور نہیں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات عقائد کی اصل جڑ تک پہنچنے کیلئے ان عقائد سے منسلک افراد سے زیادہ معتبر و مستند لٹریچر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ روزہ جیسی مذہبی عبادت کے طریق و اقسام بھی اس تنوع کے عمل سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔ اس مضمون میں دنیا کے مختلف مذاہب کے اصل عقائد اور خصوصاً ماہِ رمضان کی مناسبت سے 'روزہ' پر مختصراً روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

ہندو مذہب (4000-2500 BCE)

تاریخی و جغرافیائی لحاظ سے مذاہب کی جو گروپ بندی کی جاتی ہے اس لحاظ سے ہندو مذہب (4000-2500 BCE) سب سے پہلے آتا ہے۔ اس مذہب میں بہت سے عقائد کے لوگ شامل ہیں لیکن عبادت کے درج ذیل دو طریق زیادہ مروجہ ہیں۔

سندھیا: اس طریق میں صبح سویرے غسل کرنا، دوپہر اور شام کے وقت کچھ وقت کے لئے مناجات اور دیگر زبانی دعائیں کرنا اہم ہیں۔ صبح نہانے سے قبل کچھ بھی کھانا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

پوجا: اس طریق میں خداؤں کی پوجا کی جاتی ہے یہ خدا جو بتوں کی شکل میں ہوتے ہیں، جو کبھی پہلے اپنی انسانی زندگی گزار چکے ہیں، مندروں میں رکھے جاتے ہیں لیکن گھروں میں رکھ کر بھی ان کے سامنے جھک کر اور پانی چھڑک کر، اور کھانے پینے کی چیزیں قربان کر کے پوجا کی جاتی ہے اور پھر اس کھانے کو تبرک کے طور پر کھاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اپنے خدا کو کھلائے بغیر ہم کسی بچے کو بھی کھانا کھانے کی اجازت نہیں دیتے اور برا شگون مانتے ہیں۔

کتھا: اس میں مذہبی کتب میں سے اقتباسات پڑھے جاتے ہیں۔

یوگا: برہمن جوان کا بڑا بھگوان ہے اس کی تابعداری میں عبادت کا یہ طریق

اختیار کیا جاتا ہے۔اس میں یوگا کے ذریعے اپنے جذبات پر مکمل کنٹرول کی کوشش کی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک انسان خود کو بھگوان یعنی خدا کے برابر محسوس کرتا ہے۔یوگا Meditation کی ایک خاص قسم ہے، ہندو دھرم کے مطابق روزہ اس میں ایک مثبت کردار ادا کرتا ہے ۔اس کے علاوہ سمسکراس اور یاترا وغیرہ بھی عبادت کے طریقوں میں شامل ہیں۔قربانی، نذر کرنا، دان کرنا اس مذہب کی اعلیٰ عبادات میں شامل ہیں ہندو مذہب میں روزے کو روحانی ترقیات کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔اس مذہب کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ روزہ نہ صرف ایمان کا ایک رکن ہے بلکہ یہ خود کو منظم کرنے کا ایک بہترین آلہ ہے۔اس فلسفہ کے مطابق خوراک بندے کی محسوسات کو ایک تشکر کا احساس بخشتی ہے جبکہ فاقہ کشی سوچ بچار اور استغراق کی اہلیتوں میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔روزہ سے متعلق ہندوؤں کا یہ فلسفہ لقمان کے اس قول کا مصداق ہے جس کے مطابق جب معدہ بھرا ہوا ہوتا ہے تو ذہانت حالتِ نیند میں چلی جاتی ہے۔حکمت گونگی ہوجاتی ہے اور جسمانی اعضاء تقویٰ کے کاموں کے قابل نہیں رہتے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''ہندو مذہب کو دیکھا جائے تو اُن میں بھی کئی قسم کے برت پائے جاتے ہیں اور ہر قسم کے برت کے متعلق الگ الگ شرائط اور قیود ہیں جن کا تفصیلی ذکر اُن کی کتاب ''دھرم سندھو'' میں پایا جاتا ہے انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں بھی ہندو اور جین مت کے روزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور زرتشتی مذہب کے متعلق بھی لکھا ہے کہ زرتشت نے اپنے پیروؤں کو روزے رکھنے کی تلقین کی تھی۔''

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد 9زیر لفظFASTING، تفسیرِ کبیر جلد دوم)

یعنی مختلف دنوں کی اہمیت کے لحاظ سے مہینے کے مختلف دنوں میں مثلاً پورے چاند یعنی بدر کے دن روزہ رکھا جاتا ہے، اسی طرح گیارھویں کو بھی روزہ رکھتے ہیں۔مہینے کے علاوہ ہفتے میں بھی چند دن مخصوص ہیں جن میں روزہ دار اپنی سہولت سے دن چن سکتا ہے اور اپنی پسند کے دیوتا اور دیوی کے لئے روزہ رکھ سکتا ہے، مثلاً بروز ہفتہ اس دن کے دیوتا 'شنی' کی پوجا کے لئے روزہ رکھا جاتا ہے، منگل کو 'ہنومان' دیوتا کیلئے روزہ رکھا جاتا ہے اور اسی طرح جمعہ کے دن سنتوشی ماتا کے مطیع سارا دن citrus سے بنی ہوئی کھانے پینے کی اشیاء سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ ایک طرح کا روزہ ہوتا ہے۔اسی طرح میلوں اور تہواروں میں روزے رکھنے کا رواج بہت زیادہ ہے، شیوراتی اور کرواچوتھ وغیرہ۔نوو راتی ایسا روزہ ہے جس میں روزہ دار نو دن تک روزہ سے رہتا ہے اسی طرح درگا پوجا کیلئے روزہ رکھا جاتا ہے۔

روزہ کے دوران کھانے پینے سے مکمل پرہیز کے بجائے چند اشیاء کو اس دن کھانے میں شامل نہیں کیا جاتا اور یہ حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے طے کیا جاتا ہے مثلاً بعض روزے ایسے ہیں جن میں نمک استعمال نہیں کرتے، بعض میں صرف پھل کھاتے ہیں اور اناج ممنوع ہوتا ہے، جبکہ چائے اور مشروبات وغیرہ کی اجازت ہوتی ہے، وغیرہ۔

Judaism (2000 BCE)

یہ مذہب حضرت یعقوب کے چوتھے بیٹے یہودا (Juda) کے نام پر ہے جو یُوسف (Joseph) کے بھائی بھی تھے۔آج اس مذہب کی جو شکل ہے، اس کی اصل ابتداء حضرت موسیٰ ؑ کے زمانے (1525-1405BC) (میں مصر کنعان Babylon میں ہوئی تھی۔یہ لوگ Old Testament پر یقین رکھتے ہیں جس میں 39 کتب ہیں جن میں سے پانچ کتب تورات کی ہیں جو Ten Commandments پر مشتمل ہیں۔دن میں تین نمازیں پڑھتے ہیں جبکہ بعض مخصوص حالات میں زیادہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں، مناجات بھی عبادات کا حصہ ہیں، جن میں اس کتاب میں سے کچھ حصے پڑھے جاتے ہیں۔ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کے سب سے زیادہ نزدیک یہی لوگ ہیں۔نماز پڑھنے کا طریق یہ ہے وضو کرنے کے بعد ایک جیسی صفیں بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

روزہ عبادات کا ایک اہم رکن ہے۔جس کا ثبوت ہمیں تفسیرِ کبیر میں بیان فرمودہ درج ذیل اقتباسات سے بھی ملتا ہے:

'' تورات میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طُور پر گئے تو انہوں نے چالیس دن رات کا روزہ رکھا اور ان ایام میں انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا۔

چنانچہ لکھا ہے:

''سووہ (یعنی موسیٰ ؑ) چالیس دن اور چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ372 بحوالہ خروج باب34آیت 28)

حضرت داؤد علیہ السلام زبور میں فرماتے ہیں:

''میں نے تو ان کی بیماری میں جب وہ بیمار تھے ٹاٹ اوڑھا اور روزے رکھ رکھ کر اپنی جان کو دکھ دیا۔''

(زبور باب 35آیت13)

یسعیاہ نبی فرماتے ہیں:

''دیکھو تم اس مقصد سے روزہ رکھتے ہو کہ جھگڑا رگڑا کرو اور شرارت کے مکّے مارو پس اب تم اس طرح کا روزہ نہیں رکھتے ہو کہ تمہاری آواز عالمِ بالا پر سُنی جائے۔''

(یسعیاہ باب58آیت13)

دانی ایل فرماتے ہیں:

''میں نے خداوند خدا کی طرف رُخ کیا اور میں منّت اور مُناجات کر کے اور روزہ رکھ کر اور ٹاٹ اوڑھ کر اور رکھ پر بیٹھ کر اُس کا طالب ہوا۔''

(دانی ایل باب9آیت13)

یوایل نبی فرماتے ہیں:

''خداوند کا روزِ عظیم نہایت خوفناک ہے کون اُس کی برداشت کر سکتا ہے لیکن خداوند فرماتا ہے اب بھی پورے دل سے اور روزہ رکھ کر اور گریہ وزاری و ماتم کرتے ہوئے میری طرف رجوع لاؤ اور اپنے کپڑوں کو نہیں بلکہ دلوں کو چاک کر کے خداوند اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ وہ رحیم و مہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے۔''

(یو ایل باب2آیت11تا13)

ماضی میں روزہ اس مذہب کی عبادات میں کافی اہمیت کا حامل رہا ہے لیکن اب زیادہ تر یہ ''کفارے کے دن کا روزہ'' پر یقین رکھتے ہیں۔ Jewish Calendar کے ساتویں مہینے کے دسویں دن (تخمیناً ستمبر کے دوسرے عشرے میں) یہ مقدس تہوار منایا جاتا ہے جس کو Yum Kippur کہتے ہیں اور اس دن عام تعطیل ہوتی ہے۔ یہ یہودیوں کے چالیس متبرک دنوں میں سے آخری دن ہے جسے توبہ یا کفارہ کا دن کہتے ہیں۔ اس دن اس مذہب کے ماننے والے کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے توڑے ہوئے وعدوں کیلئے معافی مانگتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اس دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور معافی کے تمام خواستگار خواہ وہ اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں توبہ کے اس دروازے میں سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اس دن نہ صرف کھانے پینے کا ہی روزہ نہیں ہوتا بلکہ چار اور پابندیاں بھی ایک توبہ کرنے والا اپنے اوپر عائد کر لیتا ہے یعنی اس دن پرفیوم اور لوشن، ازدواجی تعلقات، نہانے دھونے اور چمڑے کے جوتے پہننے سے اجتناب برتا جاتا ہے۔ توبہ کرنے کے علاوہ اس دن روزہ دار ذاتی محاسبہ اور تجزیہ بھی کرتا ہے اور اپنے ذہن سے ایسے بوجھ اتارنے کا عہد کرتا ہے جو ذہنی آلودگی کا باعث بنتے ہیں۔

زرتشتی مذہب (1000 BCE)

زرتشتؑ (Zoroaster) نے 1500 قبل مسیح ایران میں اس مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ لوگ زرتشتؑ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ زرتشتؑ کو وحی کے ذریعہ اس مذہب کا بانی بنایا گیا تھا۔ اس مذہب کے مطابق دنیا میں دو قوتیں ہوتی ہیں ایک اچھی جسے The Wise Lord کہا جاتا ہے اور ایک بری جسے The Destructive Spirit کہتے ہیں۔ اس وحی سے پہلے اس علاقے کے لوگ مختلف بتوں کے سامنے جھکتے تھے، مثلاً بارش کو پیدا کرنے والا بُت، سورج کا بت، زرخیزی کا بت، وغیرہ۔ زرتشت نے ان کو ان سب بتوں کی پوجا سے منع کر کے The Wise Lord کی قوت کے سامنے جھکنے کو کہا۔ یہ لوگ دن میں پانچ وقت باوضو ہو

کر کھڑے ہونے کی حالت میں سورج، آگ، یا روشنی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ان کی نماز میں ان کی مقدس زبان استعمال ہوتی ہے۔ اس مذہب میں روزہ رکھنا سختی سے منع ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر ایک انسان میں کافی طاقت موجود نہیں ہوگی تو وہ برائیوں کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے اور نسل کیسے آگے بڑھا سکتا ہے۔ اس مذہب میں کھانے پینے کی اشیاء میں سے کچھ بھی منع نہیں ہے البتہ ضرورت سے زیادہ کھانا جس کے نتیجے میں کاہلی پیدا ہو سکتی ہے، منع ہے۔

بدھ ازم (560-490 BCE)

6 صدی عیسوی میں ایک ہندو شہزادے نے انڈیا میں اس کی بنیاد رکھی تھی، یہ ہندو ازم سے نکلا ہوا ایک مذہب ہے۔ جہاں مہاتما بدھ کو تصویروں میں Fasting Buddha کے روپ میں دکھایا جاتا ہے وہاں اس کے برعکس بدھ ازم میں روزے کی اب پہلے جیسی پابندی نہیں ہے۔ ان کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ یہ مذہب کسی خاص عقیدے کا پابند نہیں بلکہ آزادی اور آسانی پسند مذہب ہے۔ ہر برائی کا نتیجہ برا ہوتا ہے اور کوئی توبہ اور روزے وغیرہ اس برائی کے اثر کو زائل نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کی سزا نہ ملے، برائی کی سزا سے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ مکمل طور پر برائی چھوڑ دی جائے۔ اسی مذہب کے ایک اور گروہ کے مطابق مہینے میں چار دن مقدس ہوتے ہیں جنہیں Fast days کہتے ہیں۔ جس میں اس کے مطیع اپنی عبادت گاہوں میں جاتے ہیں اور یہ چار دن چاند کی تاریخوں کے مطابق مخصوص کئے گئے ہیں یعنی ہلال، ساتویں، بدر اور چاند کی اکیسویں تاریخ کو Budhist یہ عہد کرتے ہیں کہ ان چار دنوں میں دنیاوی خوشیوں سے ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ لیکن مکمل روزہ یعنی کھانے پینے سے مکمل پرہیز اس مذہب کے ارکانِ عبادت میں شامل نہیں ہے۔

بدھ مت کے بہت سے فرقے اور شاخیں ہیں۔ ان سب میں عموماً روزہ روحانی ترقی حاصل کرنے کیلئے رکھا جاتا ہے۔ یہ مذہب چونکہ ہندو مذہب سے کئی لحاظ سے مماثلت رکھتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں کی مذہبی رسومات شکلاً ملتی جلتی ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب کی ایک اہم عبادت یا مناجات یوگا ورزش کے طریق پر کی جاتی ہیں۔ بدھ ازم میں یوگا اور روزہ ملکر ایک عبادت کو جنم دیتے ہیں جسے Meditation کہا جاتا ہے۔ جس کا اصل مقصد ذہنی آسودگی کا حصول ہے۔ Eve Adamson & Linda Homing کی کتاب Fasting میں درج ہے کہ کہا جاتا ہے کہ مہاتما بدھ (بانی بدھ مت) نے اپنی زندگی کے کئی سال مسلسل روزہ کی حالت میں گزارے اور بہت عرصہ نہایت قلیل مقدار (بعض کہاوتوں کے مطابق ایک دن میں چند دانے چاول خوراک تھی) کی خوراک میں گزارہ کیا۔

شنٹو ازم (500+ BCE)

اس کا لفظی مطلب ہے "The Way of the gods" اس مذہب کا کوئی ایک باقاعدہ بانی نہیں ہے۔ مذہب کی بنیاد جاپان میں رکھی گئی جب ان کی مقدس کتابیں تیار ہوئیں۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی کا زمانہ بنتا ہے۔ یہ مذہب عالموں یا مؤرخوں کی ایجاد بھی نہیں ہے بلکہ 600 قبل مسیح کے کچھ عقائد کو ایک نظام کے تحت ترتیب دے کر کتابوں کی صورت میں یہ مذہب منظر عام پر آیا۔ چھٹی صدی عیسوی میں ان عقائد پر کام ہوا۔ یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض اشیاء یعنی پہاڑ، جانور، درخت، لوگوں میں روحانی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ ان چیزوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کوئی بھی نیا کام یا سفر کرنے سے پہلے یہ لوگ مزاروں پر جاتے ہیں جو عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنائے جاتے ہیں۔ ان مقبروں یا عبادتگاہوں میں جہاں پانی بھی موجود ہوتا ہے، مذکورہ بالا اشیاء معبودان کے طور پر رکھی جاتی ہیں۔ عبادت گزار سب سے پہلے وضو کرتا ہے اور پھر ان اشیاء کے سامنے چھوٹی سی نماز ادا کرتا ہے، جس کا طریق درج نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ان کی عبادت کا ایک اہم حصہ آباؤ اجداد کی پوجا کرنا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے پرانے زمانے کے بے شمار ancestors کے خون سے زندگی حاصل کرتا ہے اس لئے اس طرح کی

عبادتگاہوں میں جا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔

مذہبی رہنما اور علماء جنہوں نے پوجا کے دوران چڑھاوے چڑھانے ہوتے ہیں وہ اس تقریب کیلئے خود کو روزہ رکھ کر اور باوضو ہو کر تیار کرتے ہیں۔ کچھ تو بڑے خداؤں کی پوجا کیلئے تین دن کا روزہ رکھتے ہیں اور کچھ دوسرے درجے کے خدا یا دیوی دیوتا کیلئے دو دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ روزہ دار بعض مخصوص غذائیں مثلاً لہسن اور پیاز، شراب وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے اس کے علاوہ آسائشوں کا استعمال اور میوزک سننا وغیرہ بھی روزہ کی حالت میں ممنوع متصور ہوتا ہے۔ روزہ کیلئے پوجا کے دنوں کے علاوہ کوئی اور مخصوص دن نہیں ہیں۔

囍

کنفیوشین ازم (500 BCE)

اس مذہب کے بانی کا نام شئی کنگ تھا جو بعد میں کنفیوشیئس میں تبدیل ہو گیا جس کا مطلب ہے کنگ فلاسفر، اس نے 500 قبل مسیح میں چین میں اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کی عبادت کا محور پانچ بادشاہوں کی کتابیں ہیں اور چھٹی خود کنفیوشیئس کی ہے جو اس کی وفات کے بعد مرتب کی گئی تھی۔ ان کتابوں کا اصل مقصد Divine Law, Moral, & Ethical قدروں کو اپنی زندگیوں میں شامل کرنا ہے۔ لٹریچر میں ان کی عبادت کا کوئی طریق بیان نہیں کیا گیا ہے۔

جین ازم یعنی فاتحین کا مذہب (420 BCE)

اس کی ابتداء انڈیا میں پانچویں صدی قبل مسیح میں ہوئی تھی اس مذہب کے بانی کا نام شہزادہ مہاویرا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مہاویرا چوبیسواں Saint ہے جبکہ اس سے پہلے 23 گزر چکے ہیں۔ ان کے مندروں میں کثرت سے ان چوبیس بزرگوں کی تصاویر آویزاں ہیں۔ جینی ہندوؤں کے بہت سے بتوں کی پوجا کے ساتھ ساتھ ان چوبیس بزرگوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ ایک گھنٹہ بغیر وقفہ کے ہر جینی مراقبہ کرتا ہے کہ وہ کیسے اس دنیا میں پرسکون ہو سکتا ہے اور روحانی بلندی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو دن میں تین بار یہ مراقبہ کیا جاتا ہے۔ اس مذہب میں روزے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ روزے کا مقصد مہاویرا کی اس قربانی کی یاد کو منانا ہے جب مہاویرا تقریباً چھ ماہ تک مسلسل روزے کی حالت میں رہا۔ جین ازم میں خواتین مردوں اور راہب، راہباؤں وغیرہ سے زیادہ روزے رکھتی ہیں۔ روزے رکھنے کے دیگر مقاصد میں توبہ کا اقرار کرنا اور گناہوں کی پلیدی کو دھونا ہے۔ روزوں کے لئے دنوں کی کوئی قید نہیں ہے۔ جینی اپنی سہولت سے سال میں کسی بھی وقت روزہ رکھ سکتا ہے البتہ مون سون کے دنوں اور تہواروں پر روزوں کا زیادہ رواج ہے۔ روزے میں کھانے پینے کے لحاظ سے مختلف قسم کی پابندیاں ہیں: مکمل طور پر کھانے اور پینے سے پرہیز، اپنی بھوک سے کچھ کم کھانا، اپنے کھانے کی ورائٹی کو کم یا محدود رکھنے کی نیت کرنا اور روزے کے دن اپنی پسندیدہ ترین خوراک سے پرہیز رکھنا وغیرہ۔

بعض راہب مہینوں بلکہ سال تک روزہ کی حالت میں رہتے ہیں جیسا کہ ایک راہب نے 1997 میں پورے ایک سال کا روزہ رکھا تھا جو کیم مئی 1998 کو مکمل ہوا۔

اس کے علاوہ اس مذہب میں موت تک کا روزہ بھی جائز ہے۔ جب ایک جینی یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کا جسم روحانی لحاظ سے بیکار ہو چکا ہے اور موت یقینی ہے تو وہ اس موت کی تیاری میں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔

ٹاؤازم (440 CE)

چین میں چھٹی صدی قبل مسیح میں لاؤزے نے اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس مذہب کو ڈاؤازم کے تلفظ سے بھی پکارتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ لاؤزے

(بوڑھا فلاسفر) کنفیوشیئس کا ہم عصر تھا اور اس سے 50 برس سینیئر تھا۔ ان دونوں کی (ایک سے زیادہ بار) ملاقات ہوئی تھی۔ لاؤزے اس سنہری صدی میں رہ رہا تھا جب دنیا میں چار نئے مذاہب متعارف ہوئے دو انڈیا میں اور دو چائنا میں۔ تاؤازم کے ماننے والے بھی لاؤزے کی کتاب کو اصل محور سمجھتے ہیں۔ چونکہ ان کی عبادت کا کوئی اپنا طریق نہیں ہے اس لئے زیادہ تر یہ لوگ بدھ مت کے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں، آباؤ اجداد کے مزاروں، تصویروں یا نام کی تختیوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

اس مذہب میں روزے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد اپنے جسم اور ذات کو پلیدگیوں سے پاک رکھنا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق بظاہر ایک رزیل و ناپاک شخص بھی حالتِ روزہ میں بہترین عبادت گزار متصور ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ روزہ ارواح اور جنات سے ملاقات کا ایک قطعی اور یقینی ذریعہ ہے۔
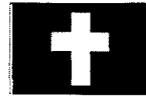
عیسائیت (30+ CE)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے اس مذہب کا آغاز فلسطین سے ہوا۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ عیسائیت یہودیت کی ہی ایک شاخ ہے۔ عیسائیت کو ماننے والے وہ یہودی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو مسیح مان لیا لیکن باقی یہودیوں نے ملاکی (Malachi) کے بعد جو اسرائیلی شاخ کے آخری نبی تھے کسی نبی کو بھی تسلیم نہ کیا اور اس دعوے پر قائم ہو گئے کہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ عیسائی اپنی عبادت میں (New Testament) عہد نامہء جدید کو شامل کرتے ہیں، جس میں انجیل (Gospel) کی چار کتابوں کے علاوہ 23 اور کتابیں بھی شامل ہیں۔ ان کی انفرادی عبادت میں کوئی خاص طریق نہیں۔ اپنی پسند کی پوزیشن میں بیٹھ کر کچھ وقت کے لئے مناجات کرتے ہیں۔ جبکہ باجماعت عبادت میں مقدس کتاب میں سے پڑھنا، خطبات، سننا، شروع اور آخر میں ایک ایک دعا کرنا، ساز کے ساتھ گانا سننا اور گانا وغیرہ شامل ہے۔ عبادت کے دوران کھڑے ہوتے ہیں، لیکن آجکل زیادہ تر کرسی پر بیٹھ کر سیدھی کمر کے ساتھ سر کو جھکا کر چست ہو کر بیٹھتے ہیں۔ گھٹنوں کے بل جھک کر ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پیالے کی شکل میں بند کر کے آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اس انداز سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ خدا سے برکت مانگ رہے ہیں اور خدا کی طرف سے ملنے والی برکت کو ان ہاتھوں میں بھر لیں گے۔ عبادت کے دوران جب بھی حضرت عیسیٰؑ کا نام آئے تو اپنے سر کو جھکا لیتے ہیں۔ روزمرہ کی نمازوں کے علاوہ ان کی زیادہ تر عبادات تہواروں کی شکل میں ہیں جس میں یہ پوری توجہ برقرار رکھتے ہوئے خطبے سنتے اور خاموشی سے دعا مانگتے ہیں۔ نماز پڑھنے کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے۔ جب بھی آسانی یا ضرورت ہو۔ ٹیپ ریکارڈر پر دعائیں سننا بھی عبادت سمجھا جاتا ہے۔

روزے سے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی اپنے حواریوں کو ایک ہدایت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا مُنہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور مُنہ دھو تا کہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔''

(متی باب 6 آیت 16 تا 18، تفسیر کبیر جلد دوم)

پہلے پہل عیسائیت میں یہ بات عام پائی جاتی تھی کہ خوراک چونکہ ایک دنیاوی لذت کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ سے جسم میں شیطان داخل ہوتا ہے اور نتیجے کے طور پر انسان روحانیت سے دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰؑ کے حواری ایک بدرُوح کو نہ نکال سکے تو

''اُس کے شاگردوں نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ ہم اسے کیوں نہ نکال سکے

تو اُس نے اُن سے کہا کہ یہ قسم دُعا اور روزہ کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی''
(مرقس باب 9 آیت 28-29)

اس کے علاوہ بسیار خوری کو عیسائیت میں 7 مہلک اور جان لیوا گناہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عیسائیت میں بہت سے فرقے جنم لے چکے ہیں اور کم وبیش ہر فرقے کے پیروکار روزہ کو خدا سے قربت، جسمانی پاکیزگی، عجز وانکسار اور مؤاخات کے استحکام کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ عیسائیت کے سب سے زیادہ مروجہ روزوں میں ایسٹر سے چالیس روز قبل اور ایسٹر کے دوسرے روزے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دوران سال باقاعدہ ہر ہفتے، ہر عشرے، ہر چالیس دن کے بعد روزے رکھنے کا طریق بھی بہت عام ہے۔ بائبل کے عہد نامہء جدید اور قدیم دونوں میں روزے کی فرضیت کا ذکر ملتا ہے۔ بائبل کے مطابق اور قرآن کریم بھی جس کی تصدیق کرتا ہے' حضرت عیسیٰ ؑ نے چالیس دن اور چالیس راتوں تک روزے رکھے تھے۔ اس کے علاوہ عیسائی مبلغین کو بھی تبلیغ کیلئے روزہ کی حالت میں اِرد گرد کے علاقوں میں بھیجا جاتا رہا اور اسی طریق پر Elders کو بھی کثرت سے روزہ رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھے اور اس کے بارے میں دوسروں کو نہ بتائے تو اس کو دوسروں کی طرف سے کوئی ستائش نہیں محض خدا کی طرف سے اس کا اجر ملے گا۔

اسلام (610 CE)

اس کا آغاز عرب میں 610 عیسوی میں ہوا جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خدا سے خبر پا کر اس دین کی بنیاد رکھی۔ اسلامی عبادات میں مقدّس کتاب قرآنِ پاک میں سے عربی زبان میں کچھ حصے پڑھے جاتے ہیں اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی مسنون دعائیں اور طریق بھی اسلامی عبادات کا اہم ترین حصہ ہیں۔ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور اس کے علاوہ جسے توفیق ہو مزید ثواب کے لئے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ روزہ، حج، وغیرہ بھی عبادات میں شامل ہیں لیکن ان کی فرضیت کے بارے میں مختلف حالات میں مختلف احکامات ہیں۔ اسلامی نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کو پابندی کے ساتھ وقت پر ادا کیا جاتا ہے اور ایک مسلمان خواہ کسی بھی تہذیب اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو، اس کا نماز پڑھنے کا طریق وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کا تھا۔ یعنی علاقائی تفریق کی وجہ سے اس اسلامی عبادت میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس کے علاوہ قرآن مجید کے تراجم کئے جاتے ہیں لیکن عربی متن میں روزِ اوّل سے کوئی فرق نہیں ہے۔

یوں تو بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی سنت کے مطابق سارے سال میں جب بھی استطاعت ہو روزے رکھنے کو پسند کیا گیا ہے (بشرطیکہ اس معاملے میں میانہ روی اختیار کی جائے) لیکن مسلسل روزے رکھتے چلے جانا منع ہے۔ جہا تک فرض روزوں کا تعلق ہے، اسلامی کیلنڈر کے نویں یعنی رمضان کے مہینے میں ہر بالغ مسلمان روزے رکھنے کا پابند ہے۔ بعض مخصوص حالات میں روزہ سے رخصت ہے مثلاً سفر، بیماری وغیرہ۔ لیکن یہ چھوٹے ہوئے روزے بعد میں دورانِ سال پورے کرنے ضروری ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان روزوں کے بدلے میں فدیہ دینا بھی ضروری ہے۔ اسلامی نماز کی طرح اسلامی روزے بھی صرف خدا کی خاطر رکھے جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی بھی ایسا کام کیا جائے جس سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہو تو وہ بندے کیلئے نقصان کا باعث کیسے ہو سکتا ہے۔ روزے رکھنے سے ایک مسلمان دوسرے ضرورتمند بھائی کیلئے رحم کے جذبات محسوس کرتا ہے۔ ایثار، قربانی اور نفس پر قابو پانے جیسی عادات جنم لیتی ہیں۔ روزے کے دوران طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک مسلمان کھانے پینے سے مکمل طور پر پرہیز کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام اعمالِ شنیعہ، نواقضِ روزہ اور دیگر ممنوعہ اشیاء سے احتیاط برتتا ہے۔ بہت سے مذاہب میں تہواروں پر روزے رکھے جاتے ہیں۔ مسلمان ماہِ رمضان کے 29 یا 30 روزے مکمل کرنے کے بعد اسلامی تہوار مناتے ہیں جسے عید الفطر کہتے ہیں۔

رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ کچھ اور فرض روزوں کا ذکر بھی قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے، مثلاً رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی

قضاء، کفارہ ظہار کے روزے، کفارہ قتل کے روزے، عمداً رمضان کا روزہ توڑ دینے کی سزا کے ساٹھ روزے، کفارۂ قسم کے روزے، نذر کے روزے، حج تمتع یا حج قران کے روزے، بحالتِ احرام شکار کرنے کی وجہ سے روزہ، بحالتِ احرام سر منڈوانے کی وجہ سے روزہ۔

اور مسنون اور نفلی روزوں میں شوال کے چھ روزے، عاشورہ کا روزہ، صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، یوم عرفہ کا روزہ اور ہر اسلامی مہینے کی 15,14,13 تاریخ کا روزہ شامل ہیں۔

سکھ ازم (1500 CE)

یعنی حواریوں کا مذہب:۔شمالی انڈیا کے پنجاب کے علاقے سے یہ مذہب شروع ہوا۔مانا جاتا ہے کہ بابا نانک اس مذہب کے گرو تھے(پہلے مغل بادشاہ کے زمانے میں گرو بابا نانک کی پیدائش ہوئی تھی,1469) لیکن تحقیق بتاتی ہے کہ بابا نانک کے کسی جانشین نے اس مذہب کی باقاعدہ بنیاد ڈالی تھی۔ان کی روزمرہ کی عبادت کوئی نہیں ہے۔ اگر چاہیں تو گھروں میں مقدس کتاب ''گروگرنتھ'' کی تلاوت کر سکتے ہیں۔گوردواروں میں اکٹھے ہوکر اس کتاب میں سے پڑھتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ بھوکے رہنا یا روزہ رکھنا صحت کیلئے اچھا ہے اگر ڈاکٹر کے مشورے سے کیا جائے لیکن مذہباً روزے کا کوئی تصور نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ خدا نے انسان کو جسم دیا ہے یعنی جسم روح کیلئے ایک مندر یا گرجا کی حیثیت رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ اس جسم کی نشوونما کا بہترین خیال رکھا جائے۔سچائی کا درجہ توبہ، کفارہ، خیرات، سادگی وغیرہ سے بہت اونچا ہے۔اور حقیقت میں روزہ یہی ہے کہ ایسے اعمال کئے جائیں جن سے اپنے سے زیادہ دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

مورمن (1830)

Joseph Smith نے امریکہ میں 1830 میں اس عقیدہ کی بنیاد رکھی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بائبل تحریف کا شکار ہو چکی ہے(اور اب ان کی اپنی بائبل ہے)اور یہ کہ اب Joseph Smith کو خدا نے نبی بنا کر بھیجا ہے تاکہ عیسائیت کو بچایا جا سکے۔خدا کی طرف سے ان کے نبی کو جو وحی موصول ہوتی رہی ہے اسے انہوں نے ایک کتاب Book of Mormons کی شکل میں مرتب کیا ہے۔اس کے علاوہ دو اور کتب Doctrines of Covenants & The Pearl of Great Price کو بھی مقدس صحیفوں کا درجہ حاصل ہے۔ان تعلیمات کے مطابق خدا کبھی انسان تھا اور ایک انسان کیلئے یہ قطعی طور پر ممکن ہے کہ Mormon beliefs پر عمل پیرا ہوکر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ خدا بن جائے۔ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا یعنی The Father اس وقت اپنی بیویوں جن کی روحانی اولاد ہے، کے ساتھ ایک سیارے پر جو کہ ستارے Kolob کے قریب واقع ہے موجود ہے۔ہر اچھے مورمن کیلئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم دو سال تک ایک مبلغ کے فرائض سرانجام دے۔مورمن مذہب قبول کرنے کے بعد ہر شخص خدا سے التجا کرتا ہے کہ وہ اسے یقین دلائے کہ Book of Mormons سچی ہے۔ اس کے نتیجے میں دل میں ایک سچی تڑپ اور تپش کا سا احساس ہوتا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب سچی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ان کے عقائد میں سے اہم یہ ہیں: خدا پہلے کبھی انسان تھا اور ہر انسان کیلئے یہ ممکن ہے کہ ایک دن خدا بن جائے اور اپنے سیارے پر جا بسے جیسا کہ آج کل خدا ایک سیارے پر بس رہا ہے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی Lucifer کے بھائی تھے لیکن حضرت عیسیٰؑ زمین پر بسنے والوں کی روحانی ترقی سے متعلق بہتر منصوبہ بندی کرتے ہوئے نجات دہندہ کا درجہ پا گئے، وہ

روحیں جو خدا کی راہ میں جوش و جذبہ سے نہیں لڑسکیں وہ حبشی النسل بن کر زمین پر پیدا ہوئے جبکہ آج جو سفید فام زمین پر ہیں وہ خدا کی طرف سے لڑنے والی مجاہدانہ روحیں تھیں، یہی وجہ ہے کہ Mormanism میں کالے رنگ یعنی حبشی النسل کو مبلغین کا درجہ نہیں دیا جاتا۔
بعض مورمن ہر مہینے پہلی اتوار کو روزہ رکھتے ہیں۔ مسلسل 2 پہر تک کچھ نہ کھانا پینا ہی ان کا روزہ ہے۔ اپنے دو وقت کے کھانے کے برابر پیسے چرچ کو دیتے ہیں جو چرچ کا پادری ضرورتمندوں کو کھانا کھلانے اور دیگر ضروریات پوری کرنے کیلئے خرچ کرتا ہے۔ روزے کے دوران اکٹھے ہو کر دعائیں کرنا روزے کا اہم جزو ہے اور اس کے بغیر روزے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ روزہ اور دعا کا امتزاج انہیں اس قابل بناتا ہے کہ وہ اکٹھے بیٹھ کر اپنی مذہبی حالت کی طرف توجہ دیں جسے Testimony کہا جاتا ہے۔ خدا سے مناجات اور قربت کیلئے بھی مورمن روزے کا سہارا لیتے ہیں۔

بہائی ازم (1863 CE): یہ شیعہ فرقہ کی ایک شاخ ہے۔ دن میں صبح دوپہر اور شام کیلئے کُل نو رکعات نماز ادا کی جاتی ہے اور سوائے نمازِ جنازہ کے اور کوئی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی۔ ان نو رکعات پر جو کہ اس مذہب کے بانی 'بہاء اللہ' نے تجویز کی تھیں، سارے بہائی آج تک بھی متفق نہیں ہو سکے اور بیشتر لوگ دن میں ایک بار کھانا کھانے سے قبل خاموشی سے دعا کرنے کو ہی پورے دن کی عبادت کے طور پر کافی خیال کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کے مطیع بہائی کیلینڈر کے 19 ویں مہینے میں 2 مارچ سے شروع ہو کر 20 مارچ تک سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک روزہ رکھتے ہیں۔ دیگر مذاہب کی طرح بہائی ازم میں بھی روزے کا مقصد خدا سے محبت اور روحانی ترقیات حاصل کرنا ہے۔ اس شریعت میں روزے میں کھانے پینے سے پرہیز کے علاوہ روزمرہ کے معمولات میں اور کوئی پابندی مذکور نہیں ہے۔

ان مذاہب کے پیروکار کے علاوہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں ہے لیکن وہ بعض پرانے عقائد اور رسم و رواج سے کچھ اس طرح نسلاً بعد نسل بندھ گئے ہیں کہ آج بھی انہی عقائد پر سختی سے کاربند ہیں۔ ان راسخ الاعتقاد لوگوں کو عام اصطلاح میں Eastern Orthodox کہا جاتا ہے (یہ عیسائیوں کا ہی ایک فرقہ ہے)، ان کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ یہ روزہ کے دوران گوشت، دودھ سے بنی ہوئی اشیاء اور مچھلی وغیرہ کا استعمال نہیں کرتے۔ روزوں میں Lent یعنی ایسٹر سے چالیس دن پہلے کا روزہ، The Apostle's Fast, The Dormition Fast اور The Nativity Fast زیادہ مشہور ہیں۔ بعض استثنائی حالات کے علاوہ ہر بدھ وار اور جمعہ کے دن روزہ رکھا جاتا ہے۔
Pagans: ایسے لوگ جن کا کوئی ایک خاص مذہب نہیں ہے۔ یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے لائے ہوئے مذہب یعنی خدا کی وحدانیت کے مذہب کو چھوڑ کر مغربی روحانی اور مذہبی اقدار کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ جہاں عیسائیت، یہودیت اور اسلام میں ایک روحانی وجود کو Super or Divine Power مانا جاتا ہے وہاں پیگنزم میں اس کا تصور نہیں ہے بلکہ ان کا ایمان ہے کہ خدائی قوتیں فطرت کی ہر چیز میں موجود ہیں اور تمام زندہ چیزوں کے لاشعور کے مجموعہ سے ایک ایسی ہستی جنم لیتی ہے جس کو سب سے اوپر مانا جاسکتا ہے اور Deities کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ یہ اقدار مقامی رجحانات کے باعث مزید تغیر پذیر ہوتے گئے۔ جس کا ماڈرن پیگنزم پر یہ اثر پڑا ہے کہ عیسائی ملکوں میں رہنے والے Pagans کا اپنا ایک مذہب ہے جو اپنے اندر عیسائیت کی تعلیمات کا رنگ بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح Hinduism سے نکلا ہوا Paganism اپنا ایک مختلف رنگ رکھتا ہے۔ بالفاظِ دیگر انہوں نے Natural and Polytheistic مذاہب کی اقدار کو اپنا لیا اور ''مشرک'' کہلائے۔
ان میں روزے کا رواج ہے۔ روزہ ان کی مذہبی عبادت تو متصور نہیں کی جا سکتی لیکن یہ لوگ طہارت و پاکیزگی کیلئے Spring Equinox یعنی نقطۂ اعتدال لیل و نہار (جب 21 مارچ اور 22 ستمبر کو رات اور دن کی لمبائی ایک جیسی ہوتی ہے) کے دنوں میں روزہ رکھتے ہیں۔ بعض لوگ چاروں موسموں کے شروع میں روزے رکھتے ہیں۔ ان سب روزوں کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ گزشتہ موسم کا اثر زائل کر کے خود کو پورے طور پر اگلے موسم کیلئے تیار کرنا ہے۔

روزہ کی افادیت

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ روزہ کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''۔۔۔خدا تعالیٰ کیلئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ

یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزاء خود میری ذات ہے۔اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اَور کیا چاہیئے۔غرض روزوں کے ذریعہ غرباء کو یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبر اور ناشکرے نہ ہوں اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں جیسا کہ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں تو یہی فاقے اُن کے لئے نیکیاں بن جائیں گی اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہو جائے گا۔پس اللہ تعالیٰ نے روزوں کو غرباء کے لئے تسکین کا موجب بنایا ہے تاکہ وہ مایوس نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ہماری فقر و فاقہ کی زندگی کس کام کی۔اللہ تعالیٰ نے روزہ میں اُنہیں یہ گُر بتایا ہے کہ اگر وہ اس فقر و فاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مطابق گزاریں تو یہی اُنہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے۔دنیا میں اس قدر لوگ امیر نہیں جتنے غریب ہیں اور تمام دینی سلسلوں کی ابتداء بھی غرباء سے ہی ہوئی ہے اور انتہاء بھی غرباء پر ہی ہوئی۔بلکہ قریباً تمام انبیاء بھی غرباء میں سے ہی ہوئے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کوئی امیر کبیر نہ تھے۔آپ کی جائیداد کی قیمت قادیان کے ترقی کرنے کے باعث بڑھ گئی۔ورنہ اس کی قیمت خود آپ نے دس ہزار روپیہ لگائی تھی۔اور اتنی مالیت کی جائیداد سے کونسی بڑی آمد ہو سکتی ہے۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی بڑے آدمی نہ تھے۔اگرچہ انبیاء علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ بعد میں بڑا بنا دیتا ہے لیکن یہ سب کچھ بعد میں فضل کے طور پر ہوا۔ابتداء میں تمام سلسلوں کے بانی غریب ہی ہوئے امراء اور بادشاہ نہیں ہوئے۔بیشک درمیانی طبقہ کے لوگوں میں سے بھی بعض دفعہ انبیاء ہوتے رہے لیکن بادشاہ صرف چند ایک ہی ہوئے۔جیسے حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت سلیمان علیہ السلام۔مگر یہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی سلسلہ کے بانی ہوں۔پھر دنیا کی اسّی فیصدی آبادی غریب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کثرت کی دلجوئی رمضان کے ذریعہ ہی کی ہے۔اور بتایا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ فاقہ کش کو خدا تعالیٰ نہیں مل سکتا اگر ایسا ہوتا تو رمضان کے نتیجہ میں کیوں ملتا پس وہ غرباء جو سمجھتے ہیں کہ ان کی عمر رائیگاں گئی۔اللہ تعالیٰ نے اُنہیں رمضان کے ذریعہ بتایا ہے کہ وہ انہی فاقوں میں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فیوض حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ فاقہ میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں اور اُس کے متعلق اپنی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ لائیں۔اس کے مقابلہ میں روزہ امیر لوگوں کے لئے تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔اس طرح ہوتا ہے کہ جب ایک انسان جس کے پاس کھانے پینے کے تمام سامان موجود ہوتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے اپنے آپ کو فاقہ میں ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے کچھ نہیں کھاتا اور جو حلال چیزیں خدا تعالیٰ نے اُسے دی ہیں اُنہیں بھی استعمال نہیں کرتا۔اُس کے گھر میں گھی، گوشت، چاول وغیرہ کھانے کی تمام ضروریات موجود ہوتی ہیں مگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے انہیں ترک کر دیتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب میں نے حلال چیزوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضاء کیلئے چھوڑ دیا ہے تو میں ان چیزوں کی کیوں خواہش کروں جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔اس طرح اُس کے اندر ضبطِ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے قدم کو نیکیوں کے میدان میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔۔۔۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 377-378)

مسائل نماز

افعال اور حرکات نماز

1۔رفع یدین

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ہاتھ اتنے اونچے اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر تک پہنچ جائیں۔ کانوں کو ہاتھ لگانا ضروری نہیں۔ہتھیلیاں نیم قبلہ رُخ ہوں۔ انگلیاں نہ بہت کشادہ اور کھلی ہوئی ہوں۔اور نہ بالکل بند اور باہم ملی ہوئی۔ بلکہ عام طبعی حالت میں ہوں۔اس پہلی بار کے علاوہ نماز کے دوران میں کسی موقع پر ہاتھ اٹھانے ضروری نہیں ہیں۔

2۔ ہاتھ باندھنا

تکبیر کے بعد ہاتھ سینہ کے نچلے حصہ پر باندھنا سنت ہے۔دایاں ہاتھ اُوپر۔ بایاں ہاتھ نیچے ہو دائیں ہاتھ کی تین درمیانی انگلیاں بائیں کلائی پر ہوں اور انگوٹھے اور چھنگلی سے پہنچے کے قریب سے کلائی کو پکڑے ہوئے ہو۔

3۔قیام

جو شخص کھڑا ہو سکے اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔قیام نماز کا ایک ضروری رکن اور فرض ہے۔البتہ اگر کوئی شخص بیماری یا معذوری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیٹنے کا طریق یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں کر کے چت لیٹ جائے یا پھر دائیں پہلو پر لیٹے اور مُنہ قبلہ کی طرف ہو۔

4۔رکوع

رکوع نماز کا ایک ضروری رکن اور فرض ہے۔رکوع میں کمر اور سر برابر ایک سیدھ میں ہوں۔ ہاتھ سیدھے اور گھٹنوں پر رکھے ہوں۔انگلیوں سے ان کو پکڑے ہوئے ہو اگر بیماری یا عذر کی وجہ سے پوری طرح رکوع نہ کر سکے تو سر کو حسب سہولت جھکانے سے رکوع ادا ہو جائے گا۔

5۔قومہ

رکوع کے بعد کھڑے ہونے، ہاتھ کھلے رکھنے اور کھڑے کھڑے رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنے کو قومہ کہتے ہیں۔یہ واجب ہے۔

6۔سجدہ

زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔یہ نماز کا ضروری رکن اور فرض ہے۔ ہر رکعت میں دو سجدے ضروری ہیں۔سجدہ کرنے والا اپنے دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ، ناک اور پیشانی زمین پر رکھے۔اسی طرح اس کے دونوں پاؤں بھی زمین سے لگے ہوئے ہوں۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ ہوں۔ چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہو۔ کہنیاں زمین سے کسی قدر اٹھی ہوئی اور بازو پہلوؤں سے الگ ہوں پیٹ ران کے ساتھ لگا ہوا نہ ہو اگر بیماری یا عذر کی وجہ سے اس طرح سجدہ نہ کر سکے تو جتنا ہو سکے اتنا سر کو جھکا دینے سے سجدہ ہو جائے گا۔سجدہ اللہ تعالیٰ کے حضور تذلّل اور اظہار عجز و انکسار کا انتہائی مقام ہے۔ یہ حالت قربِ الٰہی اور قبولیت دُعا سے خاص مناسبت رکھتی ہے اس لئے سجدہ میں تسبیحات کے علاوہ حسب مرضی مناسبتِ وقت بکثرت دعائیں کرنا سنّتِ رسولؐ سے ثابت ہے۔

7۔جلسہ

پہلے سجدہ کے بعد تکبیر کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ واجب ہے بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ ہوں دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب ہوں۔ ان کی انگلیاں بھی عام طبعی حالت میں نہ بہت کشادہ نہ بہت بند، سیدھی قبلہ رُخ ہوں۔ اگر بوجہ بیماری یا معذوری کوئی اس طرح نہ بیٹھ سکے تو دونوں پاؤں بچھا کر یا کھڑے کر کے یا چوکڑی مار کر یا پاؤں آگے کر کے جیسے سہولت ہو بیٹھ سکتا ہے۔ کچھ لمحے اس طرح بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ کیا جائے۔

8۔رکعت

حسب وضاحت بالا' قیام، قرأت، رکوع، قومہ اور دونوں سجدوں کے مجموعے کو رکعت کہتے ہیں، کوئی نماز دو رکعتوں سے کم نہیں ہوتی۔

9۔درمیانی قعدہ

اگر نماز تین یا چار رکعت کی ہو تو دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اس طرح بیٹھنا جیسے اوپر جلسہ بین السجدتین میں بیان ہوا ہے۔ درمیانی قعدہ کہلاتا ہے۔ یہ واجب ہے درمیانی قعدہ میں صرف تشہد پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد نمازی تکبیر کہتے ہوئے تیسری رکعت پڑھنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے۔

10۔اشارہ یا رفع سبابہ

تشہد پڑھتے ہوئے جب شہادت توحید کے مقام پر پہنچے تو لَا اِلٰہَ کہنے پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور اِلَّا اللّٰہ کہنے پر رکھ دے یہ سنّت ہے اس کا ایک طریق جو سنّت کے مطابق ہے یہ ہے کہ اُنگلی اٹھاتے وقت انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنائے اور چھنگلی اور اس کے ساتھ کی اُنگلی کو بھی موڑے جیسے گرہ بنائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی شہادت کی انگلی مذکورہ الفاظ کے مطابق اٹھائے اور رکھے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے متعلق زبانی شہادت کے ساتھ عملی شہادت بھی ہے۔ جب وہ کہتا ہے ''کوئی ہمارا معبود نہیں'' تو اس نفی کی عملی تائید میں اپنی انگلی اٹھاتا ہے۔ اور پھر جب وہ کہتا ہے ''مگر صرف اللہ ہی سچا معبود ہے'' تو اس اثبات کی عملی تائید میں اپنی انگلی نیچے رکھ دیتا ہے۔ جیسے انسان بات کرتے ہوئے عادتاً ساتھ ساتھ اپنا ہاتھ یا سر بھی ہلاتا جاتا ہے۔

11۔آخری قعدہ

نماز کی ساری رکعتیں پڑھنے کے بعد آخر میں مذکورہ بالا طریق جس کا ذکر جلسہ بین السجدتین میں ہو چکا ہے کے مطابق بیٹھنا آخری قعدہ کہلاتا ہے۔ یہ نماز کا ضروری رکن اور فرض ہے۔ اس قعدہ میں تشہد کے علاوہ درود شریف اور مسنون دعائیں بھی پڑھی جاتی ہیں اس کے بعد سلام پھیرتے ہیں جس میں یہ نیت ہونی چاہیئے کہ جو انسان اور فرشتے میری دائیں طرف ہیں ان کو سلام ہو اور جو بائیں طرف ہیں ان کو بھی سلام ہو گویا نمازی پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں گیا ہوا تھا اور اب وہاں سے باہر نکل کر اپنے ملنے والوں کے پاس آیا ہے اور ان کو سلام کہتا ہے۔

جیسا کہ اوپر کی تفاصیل سے ظاہر ہے کہ نماز کے کچھ حصے ضروری ہیں انہیں رکن کہتے ہیں اور کچھ اہمیت کے لحاظ سے رکن کے برابر نہیں لیکن ان کا ادا کرنا بھی پسندیدہ ہے۔

ارکانِ نماز

یہ سات ہیں، تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، دو سجدے، آخری قعدہ اور سلام۔ ان میں سے اگر کوئی جان بوجھ کر یا غلطی سے چھوڑ دیا جائے تو نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اگر جان بوجھ کر چھوڑے تو دوبارہ نماز ادا کی جائے اور اگر غلطی سے رہ جائے تو اس چھوٹے ہوئے رکن کو آخری تشہد سے پہلے ادا کیا جائے اور سلام سے قبل سجدہ سہو ادا کیا جائے۔ مثلاً اگر بھول گیا اور دو سجدوں کی بجائے ایک ہی سجدہ کیا اور بعد میں یاد آیا تو پہلے یہ سجدہ کیا جائے اس کے

بعد سلام پھیرا جائے اگر تشہد وغیرہ پڑھنے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو بھی ایسا ہی کرے یعنی پہلے اس بھولے ہوئے رکن کو ادا کرے۔ پھر آخری قعدہ کا تشہد درود شریف وغیرہ پڑھے پھر سجدہ سہو کرے اور اس کے بعد سلام پھیرے۔

واجبات نماز

- سورہ فاتحہ پڑھنا
- ضم سورۃ یعنی فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنن ونوافل کی ساری رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن پاک کا کچھ اور حصہ پڑھنا خواہ پوری سورۃ ہو یا اس کا کوئی حصہ
- آمین کہنا رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا یعنی قومہ
- پہلے سجدہ کے بعد بیٹھنا یعنی جلسہ
- دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھنا یعنی درمیانی قعدہ
- قعدہ خواہ درمیانی ہو یا آخری اس میں تشہد پڑھنا سلام کے وقت مُنہ دائیں بائیں پھیرنا
- ہر رُکن کو ٹھہر ٹھہر کر پورے وقار، طمانیت اور آرام سے ادا کرنا جسے تعدیلِ ارکان کہتے ہیں
- ہر رکن کو اپنی اپنی جگہ ترتیب سے ادا کرنا جو پہلے ہے اُسے پہلے اور جو بعد میں اُسے بعد میں۔ اسے ترتیب ارکان کہتے ہیں۔
- نماز باجماعت کی صورت میں مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر، جمعہ عیدین کی ساری رکعتوں میں امام کا سورۃ فاتحہ اور دوسری قرأت کو بلند آواز سے پڑھنا
- ظہر وعصر کی ساری رکعتوں میں قرأت آہستہ آواز سے پڑھنا نیز امام کے لئے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا۔

اگر ان واجبات میں سے کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز نہیں ہوگی اگر بھول گیا یا غلطی سے رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہوئے بغیر سجدہ میں چلا گیا تو اس قسم کی بھول یا غلطی کا تدارک صرف سجدہ سہو کرنے سے ہو جائے گا۔ گویا رکن اور واجب میں یہ فرق ہے کہ رکن اگر بھول سے رہ جائے تو اُسے ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ سجدہ سہو بھی کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر واجب رہ جائے تو پھر اس کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں اس کی بجائے صرف سجدہ سہو کر لینا کافی ہے۔

(فقہ احمدیہ عبادات صفحات89-92)

نمازیں جمع کرنا

بیماری، سفر، بارش طوفانِ بادوباراں، سخت کیچڑ، سخت اندھیرے میں جبکہ مسجد میں بار بار آنے جانے کی دقّت کا سامنا ہو اسی طرح کسی اجتماعی کام کی صورت میں ظہر وعصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ جماعت سے بھی اور اکیلے بھی۔ جمع تقدیم یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر اور جمع تاخیر یعنی عصر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اسی طرح مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھنا جمع تقدیم ہے اور عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھنا جمع تاخیر ہے۔ نمازیں جمع کرنی ہوں تو ایک اذان کافی ہے البتہ اقامت ہر ایک نماز کے لئے الگ الگ ہوگی۔

باجماعت نمازیں جمع کرنے کی صورت میں اگر امام پہلی نماز پڑھانے کے بعد دوسری نماز پڑھا رہا ہو تو جو شخص بعد میں مسجد میں آئے اگر اسے معلوم ہو جائے کہ امام کونسی نماز پڑھا رہا ہے تو پھر وہ پہلے اس نماز کو ادا کرے جو امام پڑھا چکا ہے۔ اس کے بعد امام کے ساتھ شامل ہو لیکن اگر اسے معلوم نہیں ہو سکا کہ کونسی نماز ہو رہی ہے اور وہ یہ سمجھ کر شامل ہو جاتا ہے کہ امام کی یہ پہلی نماز ہے تو امام کی نیت کے مطابق اس کی نماز ہو جائے گی اور پھر بعد میں وہ پہلی نماز پڑھ لے۔ بہر حال علم ہو جانے کی صورت میں نمازوں کی ترتیب کو قائم رکھنا ضروری ہے خواہ جماعت ملے یا نہ ملے۔

(الفضل 10جون1934، الفضل 7ستمبر 1940)

اگر کسی شخص کی نماز ظہر یا عصر رہ گئی ہو اور امام مغرب کی نماز پڑھا رہا ہو تو اس بعد میں مسجد میں آنے والے کو اگر یاد ہے کہ اس کی ظہر یا عصر کی نماز رہ گئی ہے یا نماز جمع کی صورت میں اسے علم ہے کہ امام فلاں نماز پڑھا رہا ہے تو اسے چاہیئے کہ پہلے وہ نماز پڑھے جو اس کی رہ گئی ہے کیونکہ اصولاً نمازوں کی ترتیب کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ خواہ اس صورت میں وہ نماز باجماعت میں شامل نہ ہو سکے۔ البتہ اگر اسے یاد نہیں کہ اس کی ظہر یا عصر کی نماز رہ گئی ہے یا علم نہیں کہ کون سی نماز ہو رہی ہے اور وہ شامل ہو جاتا ہے تو جو نماز امام کی ہے وہی اس کی ہو جائے گی اور رہی ہوئی نماز وہ بعد میں پڑھ لے کیونکہ بھول اور سہو معاف ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''میں نے خود حضرت مسیح موعودؑ سے سنا ہے کہ اگر امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہو اور ایک شخص مسجد میں آئے جس نے ابھی ظہر کی نماز پڑھنی ہو یا عشاء کی نماز ہو رہی ہو اور ایک شخص مسجد میں آ جائے جس نے ابھی مغرب کی نماز پڑھنی ہو اسے چاہیئے کہ وہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو یا مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں بھی اگر کوئی شخص بعد میں مسجد میں آتا ہے جبکہ نماز ہو رہی ہو تو اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو اسی طرح اگر اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ امام عشاء کی نماز پڑھ رہا ہے تو وہ پہلے مغرب کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو سکے کہ کونسی نماز پڑھی جا رہی ہے اور وہ جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ایسی صورت میں جو امام کی نماز ہوگی وہی نماز اس کی ہو جائے گی بعد میں وہ اپنی پہلی نماز پڑھ لے۔ مثلاً اگر عشاء کی نماز ہو رہی ہو اور ایک ایسا شخص مسجد میں آ جاتا ہے جس نے ابھی مغرب کی نماز پڑھنی ہے تو اگر اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ عشاء کی نماز ہے تو وہ مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کونسی نماز ہو رہی ہے تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے اس صورت میں اس کی عشاء کی نماز ہو جائے گی مغرب کی نماز وہ بعد میں پڑھ لے۔ یہی صورت عصر کے متعلق ہے۔

(الفضل 27 جون 1948، فقہ احمدیہ عبادات ص 183-185)

اگر نماز جمعہ اور نمازِ عصر جمع کی جائیں تو پھر بھی نمازِ جمعہ سے قبل ادا کی جانے والی سنتیں پڑھنی ضروری ہیں۔ نماز جمعہ سے قبل جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ دراصل جمعہ کے نفل ہیں اور جمعہ کے ساتھ مخصوص ہیں اس لئے نماز جمعہ سے قبل سنتیں بہرحال پڑھنی چاہئیں۔

(الفضل 24 جنوری 1942، 14 اکتوبر 1946)

مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرنے کی صورت میں فرائض کے علاوہ صرف وتر پڑھنے چاہئیں باقی سنتیں معاف ہیں۔ ہاں اگر کوئی پڑھ لے تو گناہ نہیں کیونکہ یہ نفل ہی تو ہیں لیکن ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی صورت میں بعد میں سنن اور نوافل نہیں پڑھنے چاہئیں کیونکہ عصر کے بعد نوافل ناجائز ہیں۔

سنن و نوافل

نماز سے پہلے اور نماز کے بعد اصل سنتیں یعنی سننِ مؤکدہ وہی ہیں جن کا ذکر کتب حدیث و فقہ میں مشہور اور معروف ہے۔ یعنی فجر سے پہلے دو رکعت جن کی سب سے زیادہ تاکید ہے۔ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو مغرب کے بعد دو اور عشاء کے بعد دو رکعت۔ نیز تہجد کی آٹھ رکعت۔ اصل تاکید انہی کے پڑھنے کی ہے۔ باقی نوافل ہیں جو چاہے پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔ ان میں سے بعض کے متعلق احادیث میں بھی ذکر آتا ہے اور بعض کے بارہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تاہم نفل نماز کے معنی ہی یہی ہیں کہ جتنے کوئی چاہے ثواب کی خاطر پڑھے۔

حدیثوں میں نماز سے پہلے جن نوافل کا ذکر آتا ہے وہ یہ ہیں۔ عصر سے پہلے چار رکعت۔ اس کی روایت نسبتاً زیادہ مستند ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ

امرأصلّٰ قبل العصر اربعًا۔

(ترمذی ابواب الصلوٰۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے اور اُسے برکت دے جو عصر سے قبل چار رکعت نفل نماز پڑھے۔

مغرب سے پہلے دو رَکعت کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبد اللہ بن مغفل قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلو ا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین صلوا قبل صلوٰۃ المغرب رکعتین قال فی الثالثۃ لمن شاء کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ۔

(بخاری کتاب التھجد باب الصلوٰۃ قبل المغرب صفحہ157)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو دوبارہ یہی فرمایا اور تیسری بار فرمایا جو چاہے ادا کرے۔ یہ آپؐ نے اس خدشہ کے پیشِ نظر فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنتِ مؤکدہ نہ بنالیں۔

عشاء سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کمزور ہے تاہم روایت موجود ہے اور وہ یہ ہے:

نقل فی الاختیار عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعًا ثم یضطجع۔

(بحر الرائق جلد2صفحہ53-54)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور پھر کچھ دیر کے لئے لیٹ جایا کرتے۔ اس کے بعد مسجد میں عشاء کی نماز پڑھانے تشریف لے جاتے۔

نوافل کے سلسلہ میں اصل حکم یہ ہے کہ اوقات ممنوعہ کے سوا باقی اوقات میں انسان جب چاہے نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس میں کوئی روک نہیں ۔ پس اگر مندرجہ بالا روایات نہ بھی ہوں تو تب بھی یہ جائز ہے کہ کوئی شخص عصر یا عشاء سے پہلے دو یا چار رکعت نماز پڑھے۔ یعنی یہ نوافل نہ تو ضروری ہیں اور نہ ہی منع۔

ظہر کی نماز سے قبل دو رکعت یا چار رکعت سنت ادا کی جاسکتی ہے دونوں طرح سے جائز ہے۔ لیکن ترجیح چار رکعت والی روایت کو ہے کیونکہ امت کی اکثریت نے عملاً چار رکعت سنت کی پابندی کی ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیگر دینی مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اگر چہ بالعموم دو رکعت ادا فرماتے تھے لیکن آپ کے خلفاء اور جماعت احمدیہ کی اکثریت کا چار رکعت سنت پر ہی عمل ہے باقی احادیث کے اس اختلاف کو یوں حل کیا گیا ہے کہ اکثر تو آنحضرت ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت ہی پڑھتے تھے لیکن کبھی کبھی دو رکعت بھی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ امام ابو جعفر طبریؒ لکھتے ہیں:

الاربع کانت فی کثیر من احوالہٖ والرکعتان فی قلیلھا۔

(نیل الاوطار 15/3)

ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ حضورؐ اگر یہ نماز گھر پڑھتے تو چار رکعت ادا فرماتے اور اگر باہر مسجد میں پڑھتے تو دو رکعت۔

اگر فجر کی نماز رہ جائے تو قضاء کرنے والا ساتھ سنتیں بھی پڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کا یہی طریق تھا آپ ان سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے۔

نماز فجر کی اذان کے بعد سورج نکلنے تک دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نماز نہیں ہے۔

(بدر 7فروری 1907)

مسجد میں ہوتے ہوئے جب تک اذان نہ ہو جائے سنت ادا کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اگر گھر میں پڑھ آئیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وقت سے پہلے سنتیں ادا نہ کی جائیں۔ جس مسجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے وہاں بھی اذان سے پہلے سنتیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ اس میں کوئی شرعی روک نہیں۔ کسی حدیث میں ایسی ممانعت نظر سے نہیں گزری۔ گھر میں سنتیں ادا کر کے مسجد میں آنا زیادہ بہتر اور موجب ثواب ہے۔

شریعت میں نفل نماز سے مراد ایسی نماز ہے جو اپنی مرضی پر منحصر ہو۔کوئی چاہے تو پڑھے اور چاہے تو نہ پڑھے۔کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر پڑھے۔ ویسے اصولاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کس نفل نماز کو ترجیح حاصل ہے اور کس کو نہیں۔

فرض نماز سے پہلے یا بعد سنن مؤکدہ کے بعد مندرجہ ذیل نوافل کا عوام میں رواج ہے۔ظہر کی آخری دو سنتوں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر مغرب کی دو سنتوں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر اور چھ رکعت کھڑے ہو کر وتروں کے بعد دو رکعت بیٹھ کر۔

سنتوں اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قرآن کا کچھ اور حصہ پڑھنا دونوں ضروری ہیں۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب

(بخاری بحوالہ نیل الاوطار)

یہ حدیث اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ ہر رکعت میں خواہ وہ فرضوں کی ہو یا نفلوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔اب رہا نوافل میں فاتحہ کے علاوہ قرآن کریم کا کوئی اور حصہ پڑھنے کا سوال تو ابن ماجہ کی حدیث ہے:

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ بالحمد وسورۃ

(نیل الاوطار صفحہ214)

یعنی صحت نماز کے لئے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ مزید کسی سورۃ کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

اس کی مزید تشریح کشف الغمہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرء مع الفاتحۃ فی الاول الم تنزیل السجدۃ وفی الثانیۃ مع الفاتحۃ حٰم دخان و فی الثالثۃ مع الفاتحہ یٰس و فی الرابعۃ مع الفاتحہ تبارک الزی بیدہ الملک ویقول صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی اربعًا بعد العشاء لا یفصل بینھن بتسلیم شفع فی اھل بینہٖ کلھم ممن وجبت لہ النار واجیر من عذاب القبر۔

(کشف الغمہ ص203/1)

یعنی آپؐ عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت نفل ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھتے۔پہلی میں **سورۃ فاتحہ** کے ساتھ سورۃ **الم تنزیل السجدہ** دوسری میں **فاتحہ** کے ساتھ **حٰم دخان**،تیسری میں فاتحہ کے ساتھ **یٰس** اور چوتھی میں فاتحہ کے ساتھ **تبارک الذی** پڑھتے اور فرماتے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت نفل پڑھنا بڑے ہی ثواب کا موجب ہے۔

سنتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کچھ اور حصہ قرآن بھی ہر رکعت میں پڑھا جاتا ہے مگر فرائض میں صرف پہلی دو رکعتوں میں ایسا ہوتا ہے۔حدیث کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وضاحت ہے کہ آپ فرض اور سنتیں اسی طریق کے مطابق پڑھتے تھے۔چنانچہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرٰءُ فی الاولیین من الظھر والعصر بفاتحۃ الکتاب و سورتین وفی الاخرین بفاتحۃ الکتاب۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کے فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اصل میں نوافل اور سنن میں ہر دو رکعتیں مستقل یونٹ کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس لئے جہاں چار،چھ،آٹھ رکعتیں نوافل کی نیت کی جائے وہاں دراصل دو دو رکعتوں کی صورت میں الگ الگ نماز ہوگی۔

چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

القراۃ واجبۃ فی جمیع رکعات النفل وفی جمیع رکعات الوتر اما النفل فلان کل شفع منہ صلوۃ علحدۃ والقیام الی الثالثۃ کتحریمۃ مبتدأۃولحذا لا یحب بالتحریمۃ الاولیٰ الارکعتان۔

(ھدایہ صفحہ107)

یعنی نفل (اور سنتوں) کی ہر رکعت میں قرأت واجب ہے۔ اسی طرح وتر کی رکعتوں کا حال ہے کیونکہ نفل کی ہر دو رکعتیں دراصل ایک مستقل اور علیحدہ یونٹ ہیں اور جب ایک شخص دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھتا ہے تو اس کا اٹھنا نئے سرے سے تکبیر تحریمہ کے مترادف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی چار رکعت نفل کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے تو اس تحریمہ نیت سے صرف دو رکعت کا پڑھنا ہی ضروری ہوتا ہے اور وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے۔ چار پوری کرنا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اسی طرح وتروں کے بارہ میں تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور (کوئی دوسری) سورۃ پڑھا کرتے تھے خواہ اکٹھی تین رکعت پڑھی جائیں۔ چاہے دو اور ایک کر کے۔ چنانچہ روایت ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقراء فی الوتر سبح اسم ربک الاعلی وقل یایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد۔

(نسائی کتاب اللیل باب القرأۃ فی الوتر صفحہ203)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں **سبح اسم ربک الاعلی** پڑھتے تھے دوسری میں **قل یایھا الکافرون** اور تیسری میں **قل ھو اللہ احد۔**

(فقہ احمدیہ عبادات صفحات 104-109)

حمدِ باری تعالیٰ

کلام حضرت میر محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ

میرا محبوب ہے وہ جانِ جہانِ عُشّاق
اُس سے جو دُور رہا قالبِ بے جاں ہے وہی

عالمِ کون و مکاں نور سے اُس کے روشن
نغمہء ساز وہی بوئے گلستاں ہے وہی

ذرّے ذرّے میں کشش عشق کی جس نے رکھی
مالکِ جسم وہی رُوح کا سلطاں ہے وہی

رنگ سے اس کے ہے نیرنگیٔ عالم کا ظہور
گرمی و رونق بازارِ حسیناں ہے وہی

دل جو انساں کو دیا دردِ محبت دل کو
قبلہء دل ہے وہی ، درد کا درماں ہے وہی

جس نے آواز سنی ہو گیا اس کا شیدا
دیکھ لے جلوہ تو سو جان سے قرباں ہے وہی

خود تو جو کچھ بھی ہے سو ہے نام بھی اس کے پیارے
حی و قیوم و صمد ہادیٔ و رحماں ہے وہی

عشق میں جس کے رقابت نہیں وہ یار ہے یہ
جن پہ بِن دیکھے مریں لوگ یہ جاناں ہے وہی

لاکھ خوشیاں ہوں مگر خاک ہیں بے وصلِ نگار
قرب حاصل ہے جسے خُرّم و شاداں ہے وہی

حُبِّ دنیا بھی نہ ہو ، خواہشِ عقبیٰ بھی نہ ہو
جز خدا کچھ بھی نہ ہو طالبِ جاناں ہے وہی

رمضان کا آخری عشرہ

رمضان کے آخری عشرہ کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں کہ سنت رسول ﷺ کی رُو سے ہمیں یہ عشرہ کس طرح گزارنا چاہیئے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک حدیث ہے:

''قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَجْتَھِدُ فِیْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا یَجْتَھِدُ فِیْ غَیْرِہٖ۔''

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھد فی العشر الاواخر من شھر رمضان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ عبادات میں اتنی کوشش فرماتے تھے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آئی۔

تو رمضان میں وہ کوشش کیا ہوتی ہوگی جو عام طور پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دیکھنے میں بھی نہیں آئی۔اور آپؓ کی روایات جو رمضان کے علاوہ ہیں وہ ایسی روایات ہیں کہ ان کو دیکھ کر دل لرز اٹھتا ہے کہ ایک انسان اتنی عبادت بھی کرسکتا ہے۔ساری ساری رات بسا اوقات خدا کے حضور بلکتے ہوئے ایک سجدہ میں گزار دیتے تھے۔جس طرح کپڑا انسان اتار کر پھینک دیتا ہے اسی طرح آپ کا وجود گرے ہوئے کپڑے کی طرح پڑا ہوتا تھا۔اور عائشہ صدیقہؓ سمجھا کرتی تھیں کہ کسی اور بیوی کے پاس نہ چلے گئے ہوں، تلاش میں گھبرا کر باہر نکلتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ایک ویرانے میں پڑا ہوا دیکھتی ہیں اور جوشِ گریاں سے جیسے ہانڈی ابل رہی ہو ایسی آواز آرہی ہوتی تھی۔وہ عائشہؓ جب گھر کو لوٹتی ہوگی تو کیا حال ہوتا ہوگا۔کیا سمجھا تھا اپنے آقا اور محبوب کو اور کیا پایا۔یہ عام دنوں کی بات ہے یہ رمضان کی بات نہیں ہے۔عام دنوں میں یہ پایا ہے حضرت عائشہؓ نے۔آپ گواہی دیتی ہیں کہ محمدؐ رسول اللہ پر آخری عشرہ میں ایسے وقت آتے تھے کہ ہم نے پہلے کبھی دوسرے دنوں میں نہیں دیکھے۔ان کیفیات کو بیان کرنا انسان کی طاقت نہیں ہے۔نہ میری طاقت میں ہے نہ کسی اور انسان کی طاقت میں ہے۔لیکن آپؐ نے خود ان کیفیات سے کہیں کہیں پردہ اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ میں کس دنیا میں پہنچا ہوا تھا، میں کس دنیا میں بسر کرتا رہا ہوں وہ احادیث بھی ابھی میں آپ کے سامنے کھول کر بیان کرتا ہوں۔ایک روایت وہ ہے جس کے متعلق ہماری کتب میں اور بالعموم روایتاً جو معنے بیان کئے جاتے ہیں وہ میرے نزدیک درست نہیں ہیں وہ واقعہ اپنی ذات میں تو درست ہے کہ ایسا ہوا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں پہلے سے زیادہ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے اس میں کوئی شک نہیں مگر جو روایت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس کے ترجمہ کو محدود کر دیا گیا ہے اور وہ ترجمہ اس سے بلند اور وسیع تر ہے جو عام طور پر آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔وہ روایت یہ ہے:

عن عبداللہ بن عتبۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال کان النبی ﷺ اجود الناس بالخیر و کان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل و کان جبریل علیہ السلام یلقاہ کل لیلۃ فی رمضان حتی ینسلک یعرض علیہ النبی ﷺ القرآن فاذا لقیہ جبریل علیہ السلام کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ۔

یہ جو آخری حصہ ہے اس میں وہ معنی پوشیدہ ہیں جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں اور جو عموماً ترجموں میں دکھائی نہیں دے سکتے۔اس حدیث سے اجود کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ وہ بہت زیادہ سخی ہے غریبوں پر خرچ کرنے میں اور خیر کا معنی یہ لیا گیا ہے دنیا کا مال۔اور کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے دنوں میں اتنا زیادہ خرچ کیا کرتے تھے جیسے تیز ہوا میں اور بھی تیزی آجائے اور وہ ہوا جھکڑ میں تبدیل ہوجائے۔یہ معنی دل پسند معنی ہیں۔اچھے معنی ہیں مگر اس روایت میں اس موقع پر یہ معنی مناسب نہیں بلکہ اس کے کچھ اور معنی بنتے ہیں۔

جبرئیل ہر رات کو اترا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو تنہا پاتے تھے اس وقت

اس روایت کا یہ معنیٰ لینا کہ جبرئیل ایسی حالت میں ملتے تھے کہ آپ سخاوت میں اور لوگوں میں خرچ کرنے میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے وہ وقت ہی ایسا نہیں ہے جس میں باہر نکل کر غریبوں کو ڈھونڈا جائے اور ان پر کثرت سے خرچ کیا جائے۔ راتیں تو آنحضرت ﷺ اور خدا کے درمیان کی راتیں تھیں۔ ان راتوں میں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جبرائیل جب قرآن کریم لے کر آئیں تو آپ کو اس حال میں پائیں، یہ ناممکن ہے۔ لیکن اجود کا وہ معنی جو اعلیٰ درجہ کی لغات امام راغب وغیرہ سے ثابت ہے اور خیر کا وہ معنیٰ جو اعلیٰ درجہ کی لغات سے ثابت ہے وہ کچھ اور مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اَجْوَد اس شخص کو کہیں گے جو نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جائے اور خَیْر، حسنہ کو کہتے ہیں صرف مال کو نہیں کہتے۔ ہر بھلی بات جس کی مومن توقع رکھتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ یہ بھلائی مجھے نصیب ہو اُسے خَیْـــــر کہا جاتا ہے۔ پس ان معنوں میں جب اس حدیث کو آپ دوبارہ پڑھیں تو بالکل ایک اور مضمون، ایک نیا جہان آپ کی آنکھوں کے سامنے ابھرے گا۔

آنحضرت ﷺ کو جب بھی جبرئیل نے دیکھا ہے رات کو آپ ان نیکیوں میں غیر معمولی آگے بڑھنے والے تھے تمام کائنات کے وجودوں سے آگے بڑھنے والے تھے جن نیکیوں میں دوسرے لوگ ان میدانوں میں سفر کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ رات کو اپنے خدا کی یاد میں غرق ہونے میں سب سے زیادہ تھے۔ رات کے وقت اَجْـوَد تھے ان معنوں میں کہ ذکر الٰہی میں اپنے آپ کو گم کر دیا اور خَیْر کے جتنے بھی اعلیٰ پہلو ہیں مال کے علاوہ، ان سارے پہلوؤں میں محمد رسول اللہ ﷺ میں ایسی تیزی آئی ہوتی تھی جیسے جھکڑ چل رہا ہو۔ یہ حقیقی معنی ہیں اور لغت سے میں نے اچھی طرح دیکھ لئے ہیں۔ یہ موقع نہیں کہ لغت کی تفصیل میں جایا جائے لیکن آپ یقین کریں کہ ہر پہلو سے چھان بین کے بعد میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ ان معنوں میں جبرئیل نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جب بھی دیکھا اس حال میں دیکھا ہے۔ ہر نیکی میں اتنی تیزی آئی ہوتی تھی کہ جیسے جھکڑ چل رہا ہو اور یہ تیزی ذکر الٰہی کی تیزی تھی خدا کی ذات میں ڈوب جانے کی تیزی تھی۔

پس اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کر کے دیکھ لیں تو پھر اندازہ ہوگا کہ کتنی مشکل مگر کتنی لازمی پیروی ہے۔ مشکل تو ہے کیونکہ یہ سفر بہت طویل ہے۔ ایک عام انسان کے لئے اس سفر کی آخری منازل کے لئے تصور بھی ممکن نہیں ہے لیکن یہ چند دن تو ہیں۔ ان دنوں میں اللہ خود قریب آجاتا ہے۔ یہ وہ دن ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی آسان کر دی جاتی ہے۔ پس ان دنوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان دنوں کا حقیقی معنوں میں استقبال کریں۔ ان کو وداع کرنے کے لئے نہ رمضان کا وقت گزاریں بلکہ ان کے استقبال کے لئے اپنے بازو دراز کر دیں، اپنے سینے کے دَر وا کر دیں اور پوری کوشش کریں کہ رمضان کی برکتیں ہر طرف سے آپ کو گھیر لیں اور آپ کے اندر اس طرح داخل ہو جائیں جیسے سورج طلوع ہو جاتا ہے۔''

اسی طرح فرمایا:

''ایک حدیث مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 75 مطبوعہ بیروت سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمل کے لحاظ سے ان دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور محبوب اور کوئی دن نہیں ہیں۔ عمل کے لحاظ سے جو ان دنوں میں برکت ہے ایسے اور کسی عشرے اور کسی اور دن میں برکت نہیں ہے۔ پس مبارک ہو کہ ابھی کچھ دن باقی ہیں اور یہ برکتیں کلیۃً ہمیں وداع کہہ کر چلی نہیں گئیں۔ آپ ان کا استقبال کریں تو آپ کے گھر اتر کر ٹھہر بھی سکتی ہیں اور یہی حقیقی نیکی کا مفہوم ہے۔ نیکی وہ جو آ کر ٹھہر جائے اور پھر رخصت نہ ہو۔ ان ایام میں خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ نے جس ذکر الٰہی کی تاکید فرمائی ہے وہ ایک ہے تہلیل۔

تہلیل سے مراد ہے	لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
دوسرے تکبیر	اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر
تیسرے تحمید	اَلْحَمْدُلِلّٰه، اَلْحَمْدُلِلّٰه۔

تو یہ تین سادہ سے ذکر ہیں جو بآسانی ہر شخص کو توفیق ہے کہ ان پر زور ڈالے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ جنوری 1998 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن 13/ مارچ 1998)

مسائلِ نمازِ تراویح

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح دراصل تہجد کی نماز ہے صرف رمضان المبارک میں اس کے فائدہ کو عام کرنے کیلئے رات کے پہلے حصہ میں یعنی عشاء کی نماز کے معاً بعد عام لوگوں کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اس نماز کا زیادہ تر رواج حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پڑا۔ رمضان میں بھی رات کے آخری حصہ میں یہ نماز ادا کرنا افضل ہے۔

نمازِ تراویح میں قرآن کریم سنانے کا طریق بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے چلا آیا ہے۔ تراویح کی نماز آٹھ رکعت ہے تاہم اگر کوئی چاہے تو بیس یا اس سے زیادہ رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ستالینا مستحب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے اور یہی افضل ہے۔ مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اول حصہ میں اسے پڑھا۔ 20 رکعات بعد میں پڑھی گئیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔

(مسند احمد ص 173/3, نیل الاوطار ص 51/3)

تراویح کی رکعتوں کے بارہ میں اصولاً یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمارے نزدیک خاص تعداد کی پابندی ضروری نہیں اگر کوئی آٹھ رکعتوں کی بجائے بیس رکعتیں پڑھتا ہے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح بھی پڑھائی گئی ہے لیکن جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوامی عمل کا تعلق ہے۔ آپؐ اکثر آٹھ رکعت ہی پڑھتے تھے اور تہجد کے وقت میں پڑھتے تھے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَأَلَ عَائِشَۃَ کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَاکَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا۔

(بخاری قیام اللنبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ص 154/1)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے باقی چونکہ تراویح نفل نماز ہے اس لئے اگر کوئی زیادہ رکعت پڑھنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت پڑھنے لگے تھے تا کہ ہر رکعت کی قرأت جلدی ختم ہو اور ایک ہی رکعت میں لوگوں کو دیر تک نہ کھڑا ہونا پڑے کیونکہ لمبی قرأت کی وجہ سے بعض اوقات لوگ تھک جاتے تھے۔

(تفصیل کے لئے دیکھیں نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ص 154/2)

تراویح میں قرآن کریم سے دیکھ کر تلاوت کرنا

تراویح میں قرآن کریم سے دیکھ کر تلاوت کرنا یا کسی مقتدی کا قرآن دیکھ کر امام کے بولنے پر لقمہ دینا عام حالات میں مناسب نہیں اس سے قرآن کریم کے حفظ کرنے کا شوق کم ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر مجبوری ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ تراویح کی سنت کا احیاء کیا جائے تو اس شاذ صورت میں اس کی اجازت مرکز سے لی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی حالات کے پیش نظر سابقہ آئمہ میں سے مندرجہ ذیل نے اس طریق کے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ۔

(کتابُ المیزان للشعرانی ص 141/1)

بعض آثار میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب نفل پڑھتے تو اپنے پاس ایک آدمی کو بٹھالیتے جب پڑھتے پڑھتے بھول جاتے تو وہ آدمی آپ کو صحیح آیت بتلادیتا۔اسی طرح حضرت انسؓ نوافل پڑھتے ہوئے اپنے غلام کو قرآن کریم دے کر اپنے پہلو میں بٹھالیتے جب بھولتے تو وہ غلام آپ کو بتاتا جاتا۔

(کشف الغمه ص187/1و قیام اللیل شیخ محمد بن نصر ص168)

اسی طرح حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان قرآن کریم سامنے رکھ کر نفل نماز پڑھاتے اور حضرت عائشہؓ مقتدی ہوتیں۔

(بخاری باب امامة العهد ص96/1)

پس مجبوری کے حالات میں قرآن سے دیکھ کر نفل نماز میں قرأة جائز ہے اسی طرح قرآن کریم کے ورق الٹنا اور اس کے لئے ہاتھ سینہ سے ہٹانا بھی جائز ہے۔رمضان کے مہینہ میں ضرورت کے پیش نظر بمطابق فیصلہ حاضر احباب مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اگر تراویح پڑھنا ہو تو نمازیں جمع کرنے کے معًا بعد پڑھی جاسکتی ہیں۔یا جو لوگ ٹھہر سکیں وہ کافی رات گزرنے پر پڑھ لیں۔اصولاً اس تقدیم وتاخیر میں کوئی شرعی امر مانع نہیں۔

نماز تراویح کے اختتام پر شیرینی تقسیم کرنا

ایسے امور کو رواج نہ ہی دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ دینی معاملہ میں وہی امر قابل اعتماد ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہو ورنہ روز نئی نئی بدعات کے دروازے کھلتے رہیں گے اور بے اصولی بڑھے گی۔

(فقه احمدیه عبادات ص208-210)

نماز وتر سے متعلق فتاویٰ

ایک نماز وتر کہلاتی ہے اس نماز کی بھی مغرب کی طرح تین رکعتیں ہیں۔مگر فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں پہلے تشہد کے بعد جو تیسری رکعت پڑھی جاتی ہے اس میں سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی زائد تلاوت نہیں کی جاتی لیکن وتر کی نماز میں تیسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی چند آیات یا کوئی چھوٹی سورۃ پڑھی جاتی ہے۔

دوسرا فرق اس میں یہ ہے کہ نماز وتر کو مغرب کی نماز کے برخلاف دو حصوں میں بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔یعنی یہ بھی جائز ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت الگ پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیرا جائے۔

وتر کا زیادہ صحیح طریق یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر تشہد بیٹھے پھر سلام پھیر دے۔ پھر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(الفضل 15 ستمبر 1935)

تفسیر القرآن مؤلفہ حضرت سیّد سرور شاہ صاحبؓ کے صفحہ 187 پر حضورؑ کے وتر پڑھنے کا طریق یوں درج ہے:

''وتروں کی نسبت بہت سوال ہوتا رہتا ہے کہ ایک پڑھا جائے یا تین اور یہ بھی اگر تین ہوں تو پھر کس طرح پڑھے جائیں تو ان میں حضور کا حکم یہ ہے کہ ایک رکعت تو منع ہے اور تین اس طور پر پڑھتے ہیں کہ دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں اور پھر اُٹھ کر ایک رکعت پڑھتے ہیں اور کبھی دو کے بعد التحیات پڑھتے ہیں اور سلام پھیرنے سے پہلے اٹھ کر تیسری رکعت پڑھتے ہیں۔''

(مجموعه فتاویٰ صفحه208)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ارشاد بھی یہی ہے۔
وتر پہلی رات کو پڑھ لینا بہتر ہے۔پچھلی رات بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔بہتر یہی ہے کہ پہلی رات پڑھ لئے جائیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی طریق عمل ہے کہ آپ پہلی رات کو پڑھ لیا کرتے تھے۔

(بدر 12 جنوری 1902)

اصل میں تو وتر نماز تہجد کا جزو ہیں یعنی آنحضرت ﷺ نماز تہجد کی آخری تین رکعتوں کو وتر کی صورت میں ادا فرمایا کرتے تھے لیکن چونکہ وتر نماز کی الگ بھی تاکید آئی ہے اور ہر ایک شخص نمازِ تہجد کے لئے نہیں اٹھتا۔یا بعض عوارض کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتا۔اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ ایسا شخص نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے وتر کی نماز

پڑھ لیا کرے۔حدیث درج ذیل ہے:

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ۔

(بخاری باب ساعات الوتر الخ صفحہ 135/1)

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهُ وَمَنْ اَنْ يَّقُوْمَ آخِرَهُ فَلْيُوْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ۔"

(مسلم بان من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل الخ صفحہ 290/1)

اس لحاظ سے وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔

وتروں کے بعد نفل

عشاء کی نماز اور وتر پڑھنے کے بعد طلوع فجر سے پہلے نوافل پڑھے جا سکتے ہیں اس میں کوئی شرعی روک نہیں۔تاہم بہتر یہی ہے کہ نوافل وتر کی نماز سے پہلے ادا کئے جائیں اور رات کی نفل نماز کا اختتام وتر پر کیا جائے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ مِنَ اللَّيْلِ وِتْرًا"

(مسلم باب صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی واقلوتر من آخر اللیل صفحہ 209/1)

کہ رات کی آخری نماز وتر ہونی چاہیئے لیکن اگر کوئی عشاء کی نماز کے ساتھ ہی وتر پڑھ لے اور پھر تہجد کے وقت اُٹھ کر نوافل پڑھے تو ضروری نہیں کہ وہ دوبارہ وتر بھی پڑھے۔حضرت ابوبکرؓ اور کئی جلیل القدر صحابہؓ کا یہی مسلک تھا کہ وہ بعد میں دوبارہ وتر پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ہاں حضرت ابن عمرؓ اور چند ایک دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ پچھلی رات نوافل پڑھنے کے بعد دوبارہ وتر کی نماز پڑھنا مستحسن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پچھلی رات اُٹھ کر پہلے صرف ایک رکعت پڑھے۔یہ رکعت رات کے پہلے حصہ میں پڑھی ہوئی وتر کی ایک رکعت کے ساتھ مل کر دو رکعت نفل یعنی دوگانہ بن جائے گی اس کے بعد اور نوافل پڑھے اور پھر آخر میں دو رکعت کے ساتھ ایک مزید رکعت پڑھ کر اُسے وتر بنا لے۔چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے:

"اَنَّهُ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنِ الْوِتْرِ قَالَ اَمَّا اَنَافَلَوْ اَوْتَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ ثُمَّ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیْ بِاللَّيْلِ شَفَعْتُ بِوَاحِدَةٍ مَامَضٰى مِنْ وِتْرِیْ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا فَقَضَيْتُ صَلَاتِیْ اَوْتَرْتُ بِوَاحِدَةٍ۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ يُجْعَلَ آخِرُ صَلَاةِ اللَّيْلِ الْوِتْرِ۔

(مسند احمد صفحہ 135/2 نیل الاوطار صفحہ 46/2 باب لا وتران فی لیلة)

کہ اگر میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں اور پھر رات کے آخری حصہ کے تہجد کیلئے اٹھوں تو پہلے میں ایک رکعت پڑھتا ہوں اور اس طرح رات کے پہلے حصہ کے وتر کو شفع یعنی دوگانہ بنالیتا ہوں۔پھر دوٗ دوٗ رکعت کر کے نفل پڑھتا رہتا ہوں اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتا ہوں۔

اسی طرح حضرت علیؓ کی روایت ہے:

قَالَ اَلْوِتْرُ ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ فَمَنْ شَاءَ اَنْ يُوْتِرَ اَوَّلَ اللَّيْلِ اَوْتَرَ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَشَاءَ اَنْ يَشْفَعَهَا بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ يُوْتِرَوَ اِنْ شَاءَ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى يُصْبِحَ وَاِنْ شَاءَ آخِرَ اللَّيْلِ اَوْتَرَ۔

(مسند امام شافعی بحوالہ نیل الاوطار باب لا تران فی لیلة صفحہ 46/2)

یعنی وتر پڑھنے کی تین صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ رات کے پہلے حصہ میں ہی وتر پڑھ لے اور پھر بعد میں تہجد کے لئے اٹھے تو صرف نماز تہجد ہی پڑھے اور دوبارہ وتر نہ پڑھے۔

دوئم یہ کہ سو کر اٹھنے کے بعد ایک رکعت پڑھ کر پہلے وتر کو شفع یعنی جفت بنا لے۔پھر دوٗ دوٗ رکعت تہجد پڑھتا رہے اور آخر میں پھر ایک رکعت وتر کی پڑھ لے۔

سوئم یہ کہ وتر کی نماز سونے سے پہلے نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد آخر میں پڑھے۔

جو بزرگ رات کے آخری حصہ میں دوبارہ وتر پڑھنے کو پسند نہیں کرتے اُن کے دلائل یہ ہیں:

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔
- حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہ پڑھے جائیں اور صورت مذکورہ میں تو ایک طرح سے تین دفعہ وتر پڑھنے کی شکل بن جاتی ہے۔
- یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک رکعت تو سونے سے پہلے پڑھی جائے اور پھر درمیان میں انسان سوئے۔ پیشاب پاخانہ کرے۔ باتیں کرے۔ وضو کرے اور پھر ایک رکعت پڑھے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی رکعت کا حصہ بن کر دوٗ رَکعت کی ایک نماز یعنی دوگانہ شمار ہو اصولِ نماز میں ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔
- آخری نماز ہونے کا حکم عمومی ہے لازمی نہیں۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وتروں کے بعد دوٗ رَکعت نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ عَنْ صَلوٰةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ ثُمَّ یُوْتِرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَااَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ قَامَ فَرَکَعَ ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ بَیْنَ النِّدَآءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ۔

(مسلم باب جواز النافلة قائمًا او قاعداً صفحة 283/1)

پس ضروری نہیں کہ رات کی آخری نماز کو وتر بنانے کے لئے یہ حیلہ اختیار کیا جائے۔ تاہم اگر کوئی چاہے تو حضرت ابن عمرؓ کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے ایسا کرسکتا ہے۔

تشہّد کے بعد پڑھی جانے والی ایک مسنون دعا

تشھد کے بعد بعض مسنون دعائیں پڑھی جاتی ھیں ان میں سے ایک درجِ زیل ھے:

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِالرِّجَالِ "

(ابو داؤد کتاب الصلوٰة باب الاستعاذہ)

یعنی اے میرے ربّ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ مجھے کوئی گھبرا دینے والی مصیبت پہنچے یا مجھے غم فکر دبالیں اور اے میرے ربّ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں وہ سامان کھو بیٹھوں جن سے میری زندگی کے کام چلتے ہیں یا وہ طاقتیں میری جاتی رہیں جن کی مجھے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ضرورت ہے اور اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس ترقی میں مدد دینے والے سامان تو موجود ہوں یا ترقی میں مدد دینے والی طاقتیں تو مجھے حاصل ہوں مگر اُن کے استعمال سے میں گریز کروں اور سُستی اور کاہلی کا شکار ہوجاؤں اور اے میرے ربّ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بُزدلی اور بخل کی اخلاقی امراض سے۔ اور اے میرے ربّ اس بارہ میں بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے قرض دبالے اور میں لوگوں کی نظروں میں قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے ذلیل ہوجاؤں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسے انسان مجھ پر مُسلّط ہوجائیں جو میرے حقوق کو تلف کریں اور مجھے ان ترقیات کے حصول سے روک دیں جو ہر انسان کے لئے تونے اپنے فضل سے مقدر کر چھوڑی ہیں۔

جمعۃ الوداع یا جمعۃ الاستقبال

اصل تقدس جمعہ کا ہے یا نمازوں کا؟

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ان بھولے بھالے اور گم کردہ راہ انجانوں کی، جو سارے سال میں صرف 'جمعۃ الوداع' کو اہمیت دیتے ہوئے جمعہ پڑھتے ہیں، راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جمعۃ الوداع کے متعلق جو یہ تقدس کا تصور ہے یہ میں نہیں جانتا کب سے شروع ہوا لیکن جمعۃ الوداع کے تقدس کا جو تصور ہندوستان اور پاکستان میں پایا جاتا ہے اس کی تاریخ بہت گہری دکھائی دیتی ہے۔ ایک لمبے عرصہ سے روایتاً اس تقدس کے قصے چل رہے ہیں۔ اس خیال سے میں نے سوچا کہ اس دفعہ جب رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع پر آپ سے بات کروں تو احادیث میں سے اس جمعہ کی برکتوں کا ذکر نکال کر بطور خاص تحفہ آپ کے سامنے بیان کروں۔ لیکن بہت علماء بٹھائے، بہت کتابیں حدیثوں کی دیکھیں، اشارۃً بھی کہیں جمعۃ الوداع کا ذکر نہیں ملتا۔ جمعہ کی برکتوں سے متعلق مضامین احادیث میں بکثرت ملتے ہیں لیکن ہر جمعہ کی برکت سے متعلق وہ مضامین ملتے ہیں مگر یہ تصور کہ گویا مسلمان ایک آخری جمعہ کا انتظار کر رہے ہیں اور اس جمعہ میں برکتیں ڈھونڈنے کے لئے بے چین اور بے قرار ہیں، یہ تصور احادیث نبویؐ میں، سنت میں، کہیں اشارۃً بھی مذکور نہیں۔ ہاں آخری عشرہ کی برکتوں کا ذکر بہت کثرت سے ملتا ہے اور جمعہ کی برکتوں کا سارے سال میں، جہاں بھی، جب بھی جمعہ آئے اس کی برکتوں کا ذکر ملتا ہے۔ پس یہ بات میں آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمان بھائی خواہ وہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے، جن کو بدنصیبی سے نماز پڑھنے کی عادت نہیں، جو سال میں ایک ہی مقدس دن کی تلاش میں تھے اور آج اس دن کی خاطر غیر معمولی طور پر مساجد میں اکٹھے ہوگئے ہیں ان تک میری یہ آواز پہنچے گی اور آج پہنچے گی پھر شاید نہ پہنچے کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دوبارہ ان کو پھر مسجدوں میں آنے کی توفیق ملتی ہے کہ نہیں۔ لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ان کو بتاتا ہوں کہ جمعۃ الوداع کا کوئی خاص تقدس نہ قرآن میں مذکور ہے نہ احادیث میں مذکور ہے۔ نہ سنت سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام کے عمل سے بعد میں ثابت ہے۔ پس جس دن کا آپ نے انتظار کیا تھا وہ تو اس پہلو سے خالی نکلا۔ لیکن جمعۃ المبارک کے تقدس کا بہت ذکر ملتا ہے۔ قرآن میں بھی ملتا ہے، احادیث میں بھی ملتا ہے اور یہ ہر جمعہ ہے جو ہر ہفتہ آپ کے سامنے آتا ہے۔ اس کے علاوہ نمازوں کے تقدس کے ذکر سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔

جمعۃ الوداع تو سال میں ایک دفعہ آتا ہے۔ جمعۃ المبارک ہر ہفتہ آتا ہے اور نماز دن میں پانچ مرتبہ آتی ہے اور اس پانچ مرتبہ آنے والی چیز کا اس کثرت سے قرآن میں ذکر ہے کہ کسی اور عبادت کا اس طرح ذکر نہیں ہے۔ تو برکتوں سے بھرا ہوا نیک اعمال کا خزانہ ہے اس سے تو منہ موڑ لیتے ہو اور سارا سال ایک جمعہ کا انتظار کرتے ہو، جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اس جمعہ کی کوئی اہمیت کہیں مذکور نہیں تو کم سے کم اس جمعہ سے یہ برکت تو حاصل کر جاؤ۔ یہ جان لو کہ عبادت ہی میں برکت ہے، عبادت ہی میں خدا تعالیٰ کے فضل ہیں، عبادت ہی سے ان کی رضا وابستہ ہے، عبادت ہی سے دنیا کی خیر اور آخرت کی خیر وابستہ ہے اور مومن کے لئے عبادت ہر روز پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں جب آپ مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں تو اکثر آپ دیکھتے ہیں کہ مساجد بہت بڑی ہیں اور یوں لگتا ہے کہ جیسے بے وجہ اتنی بڑی مساجد بنادی گئی ہیں لیکن آج وہ دن ہے جب آپ کسی مسجد کے پاس سے گزر کر دیکھیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ مسجدوں سے نمازی

چھلک چھلک کر باہر آ گئے ہیں۔گلیاں بھر گئی ہیں۔بعض بازار بند کرنے پڑے ہیں۔لاہور رہو، کراچی رہو یا دنیا کے اور بڑے بڑے شہر وہاں مساجد کے اُدھر جو بازار یا ملحقہ گلیاں ہیں وہاں بعض دفعہ دیکھیں گے کہ سائبان لگائے گئے ہیں اور جگہ جگہ بلاک کر کے سڑکوں کو بند کیا گیا ہے کہ آج یہاں نمازی نماز پڑھ رہے ہیں۔یہ وہ نمازی ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ کو توقع ہے کہ ہر روز پانچ وقت جہاں مسجد میسر آئے وہاں جا کر نماز پڑھیں گے۔اب اس سے آپ اندازہ کریں کہ ایک وہ تصور ہے جو قرآن اور سنت کا ہے عبادتوں کے متعلق، رحمتوں اور برکتوں کے متعلق، رضوان اللہ کے متعلق۔اور ایک وہ ہے جو عام دنیا میں رائج ہے اور مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہی وہ ایک گُر ہے نجات پانے کا۔ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔

حقیقی نجات خدا کی اطاعت میں ہے اور خدا کی اطاعت عبادت کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتی۔عبادت پہلا دروازہ ہے جو اطاعت کیلئے قائم فرمایا گیا ہے۔اس دروازہ سے داخل ہو گئے تو پھر ساری اطاعتوں کی توفیق میسر آسکتی ہے۔جس نے یہ دروازہ اپنے پر بند کر لیا اس کے لئے کوئی اطاعت نہیں ہے۔نماز کی اہمیت کے اوپر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتنا زور دیا ہے اور پھر نماز باجماعت کی اہمیت پر کہ ایک موقع پر صبح کی نماز کے بعد آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اس وقت بھی (صبح کی نماز کے وقت) کچھ لوگ ہیں جو گھروں میں سوئے پڑے ہیں اور اگر خدا کی طرف سے مجھے اجازت ہوتی تو میں یہ باقی جو نمازی تھے ان کے سروں پر لکڑیوں کے گٹھے اٹھواتا اور ان کو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔مگر مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔میں داروغہ نہیں بنایا گیا۔

اب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر شفیق دل آپ کو دنیا میں ڈھونڈے سے کہاں ملے گا۔تصور میں نہیں آسکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ یہ فرما کر فرمایا بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْم۔یعنی جب بھی خدا کے بندوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یعنی اے لوگو! خدا کے بندو! عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ اس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے۔یہ خطاب کا پہلا حصہ عام ہے۔پھر فرمایا جہاں تک مومنوں کا تعلق ہے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْم۔وہ تو جیسے اللہ اپنے بندوں پر رؤوف اور رحیم ہے، جیسے اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بار بار رحم لے کر آتا ہے اس طرح مومنوں پر تو یہ رسول رؤوف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔اس رسول کے منہ سے یہ کلمہ نکلا ہے کہ اگر مجھے یہ اجازت ہوتی تو میں لکڑیوں کے گٹھے اٹھوا کر ان نمازیوں کو ساتھ لے کر چلتا اور جو بے نماز ہیں انکو ان کے گھروں میں جلا دیتا۔

دراصل اس میں ایک پیغام ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگ جو عبادت نہیں کرتے وہ آگ کا ایندھن ہیں اور بہتر ہے کہ اس دنیا میں جل جائیں بہ نسبت اس کے کہ مرنے کے بعد کی آگ میں ڈالے جائیں۔یہ حقیقی پیغام ہے۔اور عبادت ہی ہے جس کے ساتھ ساری نجات وابستہ ہے۔

پس وہ لوگ جو آج اس جمعہ کی برکت ڈھونڈنے کے لئے جوق در جوق مساجد کی طرف آئے ہیں ان کو اندر جگہ نہیں ملی تو باہر گلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ان سب تک، جن تک بھی یہ آواز پہنچے، میں یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ ہماری عبادت روزمرہ کی پانچ وقت کی عبادت ہے۔اور ہر دفعہ جب اذان بلند ہوتی ہے تو مومن کا فرض ہے کہ اپنے گھروں کو چھوڑے اور اس مسجد کی طرف چل پڑے جہاں سے عبادت کے لئے بلایا جا رہا ہے۔حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ پانچ مرتبہ یہ آوازیں سنتے ہو کہ دیکھو نماز کی طرف چلے آؤ، کامیابی کی طرف چلے آؤ، کامیابی کی طرف چلے آؤ۔اور پھر بھی جواب نہیں دیتے۔پس وہ لوگ جن کو مساجد تک پہنچنے کی توفیق ہے اور توفیق کا معاملہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے۔کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں کو توفیق ہے یا نہیں ہے۔بعض دفعہ ایک بیماری دوسرے کو دکھائی نہیں دے سکتی۔ایک آدمی کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں وہیں انسان کا قدم رک جانا چاہئے کہ ٹھیک ہے اگر تم بیمار ہو تو تمہارا معاملہ تمہارے خدا کے ساتھ اور ہمارا معاملہ ہمارے خدا کے ساتھ۔لیکن ہر شخص خود جانتا ہے کہ اسے توفیق ہے کہ نہیں۔پس جسے توفیق ہے اس کا فرض ہے کہ پانچ وقت مساجد میں نہیں جا سکتا تو جہاں اسے توفیق ہے وہیں مسجد بنالے۔جہاں اس کے لئے ممکن ہو باجماعت نماز پڑھے یا پڑھائے اور اپنے ساتھ اپنے عزیزوں کو یا دوسروں کو اکٹھا کر لے تاکہ اس کی نمازیں

باجماعت ہو جائیں۔ جو شخص اس بات کا عادی ہو جائے گا، جس کے دل میں ہر وقت یہ طلب اور بے قراری ہو کہ میری ہر نماز باجماعت ہو جائے اس کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ وہ نمازیں جو باجماعت ممکن نہیں ہونگی ان کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ اذان دے کر باجماعت نماز کی نیت سے کھڑا ہو جائے گا تو کوئی اور اس کے ساتھ شامل ہونے والا نہ بھی ہوگا تو اللہ آسمان سے فرشتے اتارے گا۔ وہ اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور اس کی نماز، نماز باجماعت ہی رہے گی۔

تو یہ وہ برکت ہے جو ہر روز پانچ دفعہ آپ کے سامنے آتی ہے، اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور سال میں ایک دفعہ جو جمعہ آ رہا ہے اس کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ وہی دن ہمارے گناہ بخشوانے کا دن ہے۔ اور کیا پتہ کوئی کس دن مرتا ہے یہ بھی تو سوچو! کیا ضرور جمعہ کے معاً بعد بخشوانے کے بعد ہی تم کو مرنا ہے۔ حالانکہ جمعۃ الوداع کے ساتھ کسی بخشش کا ذکر مجھے تو نہیں ملا۔ لیکن اگر ہو بھی تو سال میں جو باقی تین سو پینسٹھ دن پڑے ہیں۔ ان دنوں میں عزرائیل بے کار کب بیٹھتا ہے۔ کیا مقدر اور لازم ہے کہ تم جمعہ کے دن بخشش کروانے کے بعد مرو گے؟ پس موت تو ہر وقت آ سکتی ہے۔ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ کوئی دن مقرر نہیں تو روزمرہ کی پانچ وقت کی نمازیں اس لئے آتی ہیں کہ تم بخشی ہوئی حالت میں، دھلی ہوئی حالت میں یہاں سے روانہ ہو۔

پس اس پہلو سے جماعت کو میں نماز باجماعت کیطرف متوجہ کرتا ہوں اور وہ دوسرے مسلمان بھائی بھی جو رفتہ رفتہ ہمارے جمعہ میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ شامل ہو رہے ہیں اور یہ رجحان دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے، ان کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے بھائی بندوں کو، دوسروں کو بھی یہ پیغام پہنچا دیں کہ روزمرہ کی پانچ وقت کی نمازوں کا قیام کرنا یہ قرآن کریم کے پیغامات کی جان ہے اور اگر مسلمان اس بات پر قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تمام دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نظام جاری ہو جائے گا جس سے خدا کے فضل سے اسلام کو وہ پرانی کھوئی ہوئی ظاہری عظمت اور شوکت بھی مل جائے گی کیونکہ ظاہری عظمت اور شوکت کا اصل تعلق اندرونی روحانی عظمت اور شوکت سے ہے۔ اگر اندرونی عظمت اور شوکت بحال ہو جائے تو ظاہری عظمت نے پیچھے آنا ہی آنا ہے۔ اگر اندرونی روحانی عظمت اور شوکت بحال نہ ہو تو ظاہری شوکت کے پیچھے آپ جتنا چاہیں چکر لگائیں کچھ حاصل بھی کر لیں گے تو بے معنی ہوگی، بے روح جسم ہوگا۔ خدا کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔ پس اپنے اندرونوں کو سنواریں اور اندرونی عظمت کے پیچھے دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ وہ عظمت عطا فرمائے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ تم میں سے سب سے معزز انسان وہ ہے، سب سے عظیم شخص وہ ہے اور اللہ کی نظر میں ہے جو زیادہ متقی ہو۔ پس تقویٰ کے تقاضے تو عبادت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

جمعہ کے دن جو برکتوں کا ذکر ملتا ہے وہ میں آپ کے سامنے ایک حدیث سے اس کی مثال رکھتا ہوں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ روایت **ابو لبابہ بن عبدالمنذر کی سنن ابن ماجہ باب فی فضل الجمعہ** سے لی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا کہ 'جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے پاس اس کی بڑی عظمت ہے اور وہ اللہ کے نزدیک یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر سے بھی زیادہ عظمت والا ہے'۔

اب یہ وہی بات ہے کہ جمعۃ الوداع کے علاوہ عیدین کی بڑی عظمت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عیدین سے زیادہ ہر جمعہ کی عظمت خدا تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اس میں پانچ خوبیاں ہیں۔۔۔ اسی دن وہ ساعت ہے کہ بندہ اللہ سے سوال نہیں کرتا مگر اللہ اسے وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام کے متعلق نہیں مانگتا۔ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ فیض عام کی گھڑی ہے۔ اس گھڑی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی انکار نہیں ہوتا مگر حرام مطالبے کا۔ حرام دعا کا۔ پس اگر تمہاری دعائیں نیک ہیں تو جمعہ کے دن خصوصیت

سے دعائیں کیا کرو اور یہ پیغام ان کے لئے ہے جو جمعہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ جمعہ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور ہر وقت کوشش رہتی ہے کہ ان موانع کو جو جمعہ کے رستے میں حائل ہیں یعنی ان روکوں کو جن کی وجہ سے وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے کس طرح دور کریں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/مارچ 1994 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن۔ یکم اپریل 1994)

جمعۃ الوداع کا غلط تصور

اسی طرح حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''پس اگر انسان جن کو بڑا سمجھتا ہو ان کے ساتھ یہاں تک سلوک کرتا ہے اگر واقعتاً خدا پر یقین ہو اور خدا کو حقیقتاً بڑا سمجھتا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ خدا کی بڑائی سے تو مونہہ موڑے رکھے اور خدا کی طرف ہمیشہ روزانہ جب بھی نماز کا وقت آئے پیٹھ پھیر کر دنیا کی طرف چلا جائے اور پھر بھی اس کا خدا پر یقین قائم، اور خدا کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے۔ یہ جھوٹ کی زندگی ہے اس کی طرف متوجہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ امر واقعہ یہ ہے کہ جانا پھر وہیں ہے جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے، جہاں سے ہم آئے ہیں اور جو نعمتیں ہمیں عطا ہوئیں، اسی خدا نے عطا فرمائیں جو رب العالمین ہے اور ان نعمتوں کے حصول کے باوجود ناشکری کی زندگی تو بہت ہی ناپسندیدہ زندگی ہے۔

ایک طرف دنیا کا انسان جو تمہیں کچھ دے سکتا ہے بسا اوقات نہیں بھی دیتا تو اس کی چوکھٹ پر سر پٹکتے چلے جاتے ہو۔ کتنے سیاستدان ہیں جنہوں نے دنیا کو، واقعتاً اپنے پیچھے چلنے والوں کو کچھ عطا کیا ہے؟ صرف ایک فخر ہی کا احساس ہے۔ یہ یقین ہے کہ ہم بڑے ہیں کیونکہ ہمارا دوست بڑا ہے۔ ہم اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر دیتے کب ہیں کچھ۔ اللہ تعالیٰ جو ربّ العالمین ہے، جس نے تمہاری زندگی کے سارے سامان پیدا فرمائے اسکے شکر کا تصور تک تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی عبادت کو یہ سمجھتے ہو کہ اتنا بوجھ ہے کہ مصیبت پڑ گئی ہے اس لئے سال کا ایک جمعہ بھی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ چلو سارا سال نہ سہی اس ایک جمعہ سے ہی خدا تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ نہ کوئی خرچ کرنا پڑا نہ کوئی مصیبت اٹھانی پڑی مفت کا یار کمایا گیا اور کیا چاہیئے۔

اور دراصل بہت سے علماء بدقسمتی کے ساتھ لوگوں کو اس طرف ان غلط راہوں کی طرف لے جاتے ہیں یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ خدا تو بڑا رحیم و کریم ہے کیا مصیبت پڑی ہے اس کی راہ میں محنتیں کرنے کی۔ جمعۃ الوداع میں اگر تم چلے جاؤ اور جمعہ کے بعد عصر تک دعائیں کرو تو تمہارے سارے سال کی خطائیں ہی نہیں، ساری زندگی کی خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ پس جمعۃ الوداع کی برکتیں، اس کی عظمتیں بیان کر کر کے وہ بے وقوفوں کی عقلیں مار دیتے ہیں، جو کچھ تھوڑی سی عقل ہے اس کا بھی ستیاناس کر دیتے ہیں اور قرآن کریم کے اس مضمون سے بالکل منافی تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ یاد رکھو عارضی طور پر اگر تم میرے پاس آؤ گے میں سن بھی لوں گا تو یاد رکھنا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔ میرے پاس آ کر اگر میرے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تو پھر تم دائمی میرے ہو کر رہو گے۔ لیکن آئے اور چلے گئے، یہ قطعی اس بات کی دلیل ہے کہ تم اپنے وقتی فائدہ کی خاطر آئے تھے۔ تمہارا میری ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کے متعلق فرمایا یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بتائے گا پھر کہ تمہارے اعمال کیا تھے۔ اور آخر دوسری آیت میں یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اے ایسے انسان اِنَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ تُو آگ کا ایندھن ہے اس کے سوا تیرا کوئی مقدر نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تو یہ نقشہ کھینچ کر آگ کا انجام دکھا رہا ہو اور مولوی کہہ رہے ہوں کہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کر لو پھر جو چاہے کرتے پھرو سب کچھ اجازت ہے۔ اور وہ گناہ جو خدا نہیں بخش سکتا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخشوا لیں گے۔ یہ تصور جس قوم کو دے دیا جائے اس کا دین بھی گیا، اس کی دنیا بھی گئی۔ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس بحیثیت احمدی آپ بیدار ہوں۔ اگر آپ نمازیں نہیں پڑھتے رہے تو یہ جمعہ خدا کرے کہ آپ کے لئے آئے مگر آئے گا اس طرح کہ اس جمعہ کے بعد آپ کی کیفیت بدل جائے۔ پھر آپ ہمیشہ خدا ہی کے ہو جائیں یا ہونا شروع ہو جائیں۔ خدا کا ہو جانا تو ایک بہت بڑا کام ہے۔ بہت بڑا

دعویٰ ہے لیکن شروع ہوجانا تو کوئی مشکل کام نہیں۔ ایک سمت آپ کچھ قدم اٹھائیں، تھوڑا، بہت اس کی طرف رجوع کریں تو باقی کام پھر اللہ خود سنبھال لیتا ہے۔ پس میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں سفر بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ آج کے جمعہ کی برکت سے آج اپنے لئے دعائیں کریں۔ ایک اپنے لئے لائحہ عمل تجویز کریں اور اس فکر کے ساتھ آج جمعہ سے فارغ ہوں کہ ہم اس جمعہ کی برکتوں کو باقی سال میں سنبھالنے کے لئے کیا کریں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/فروری 1997 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن۔ 28/مارچ 1997)

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''یہ سارے مضامین سمجھیں اور اس سال یہ فیصلہ کریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ برائیوں کے شہر کو چھوڑ کر نیکیوں کے شہر کی طرف حرکت شروع کردیں گے۔ پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جس حال میں بھی تم جان دوگے وہ خدا کے حضور مقبول انجام ہوگا اور خدا کی رضا پر جان دوگے مگر لازماً نیکیوں کی طرف حرکت کرنا ہے چاہے گھسٹتے ہوئے کرتے چلے جاؤ۔ ایسا شخص جس کی مثال آپ نے دی ہے وہ جس کی جان نکل رہی ہے، جسم میں طاقت نہیں، موت کے نرغہ میں مبتلا ہے اور پھر بھی گھٹنوں کے بل اور کہنیوں کے بل کوشش کر رہا ہے کہ دم نکلے تو خدا کے پاک لوگوں میں نکلے۔ یہ وہ نظارہ ہے جس کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرمائے۔ پس یہ کیفیت اپنے اوپر طاری کریں تو یہ جمعۃ الوداع آپ کے لئے ایک اور معنی میں جمعۃ الوداع بنے گا۔ یہ بدیوں کے لئے وداع کا جمعہ بن جائے گا، نیکیوں کے لئے نہیں۔ ان معنوں میں وداع نہیں رہے گا کہ آپ نے آج پڑھا اور چھٹی ہوئی اور پھر اگلے سال تک آپ کو کسی جمعہ یا نیکی کی توفیق نہ ملی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/فروری 1997 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن۔ 28/مارچ 1997)

مستحبات نماز

مستحبات مستحب کی جمع ہے یعنی وہ بات جو نماز کو حسین بنا دیتی ہے اس کے کرنے سے ثواب زیادہ ملتا ہے لیکن نہ کرنے پر کوئی گناہ لازم نہیں آتا۔ مستحبات نماز یہ ہیں:

- قیام کے وقت نظر سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت پاؤں پر اور قعدہ کے وقت سینہ پر مرکوز رکھنا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا
- رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر سیدھے اور پہلو سے جدا رکھنا
- رکوع کے بعد کھڑے ہونے کے وقت ہاتھ کھلے چھوڑنا اور سجدہ میں جاتے وقت اس ترتیب سے جھکنا کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک اور آخر میں پیشانی زمین پر لگیں اور سجدہ سے اٹھتے وقت اس کے اُلٹ کرنا یعنی پہلے پیشانی زمین سے اٹھانا پھر علی الترتیب ناک، ہاتھ اور گھٹنے ہاتھ یا کسی اور چیز کا سہارا لئے بغیر سیدھے کھڑے ہوجانا
- جلسہ اور قعدہ میں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب رکھنا اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا
- عورتوں کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانے کی بجائے کندھوں تک اٹھانا
- سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں بڑی اور دوسری میں نسبتاً چھوٹی سورت پڑھنا نماز باجماعت کی صورت میں امام کا جہری نمازوں (مغرب، عشاء اور فجر) میں بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا مقتدیوں کا ''آمین'' کسی قدر بلند آواز سے اور تحمید آہستہ آواز سے کہنا

یہ سب باتیں نماز کو سنوار کر پڑھنے سے متعلق ہیں۔ ان کی پابندی سے ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور نماز میں خاص حسن پیدا ہوجاتا ہے۔ تاہم ان میں سے کسی امر کے رہ جانے سے نہ تو نماز میں کوئی خاص نقص واقع ہوتا ہے اور نہ ہی سجدہ سہو کرنا لازم آتا ہے۔

آج کی رات

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

(ربوہ میں 27؍رمضان المبارک کی رات کے رُوح آفریں مناظر سے متأثر ہوکر)

ذِکر سے بھر گئی ربوہ کی زَمیں آج کی رات ۔۔۔ اُتر آیا ہے خُداوند یہیں آج کی رات
شہر۔جنت کے ملا کرتے تھے طعنے جس کو ۔۔۔ بن گیا واقعتہً خُلدِ بریں آج کی رات
وا دِرِ گریہ، کشا دیدہ و دل، لَب آزاد ۔۔۔ کِس مَزے میں ہیں ترے خاک نشیں آج کی رات
کوچے کوچے میں بپا شور "مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ" ۔۔۔ لاجرم نصرتِ باری ہے قریں، آج کی رات

جانے کِس فکر میں غلطاں ہے مِرا کافِر گر
اِدھر اِک بار جو آنکلے کہیں آج کی رات

"غیر مسلم" کسے کہتے ہیں۔ اُسے دکھلائے ۔۔۔ ایک اِک ساکنِ ربوہ کی جبیں، آج کی رات
"کافر و مُلحد و دجّال" بلا سے ہوں مگر ۔۔۔ تیرے عُشّاق کوئی ہیں تو ہمیں۔ آج کی رات
آنکھ اپنی ہی تیرے عشق میں ٹپکاتی ہے ۔۔۔ وہ لہو جس کا کوئی مول نہیں۔ آج کی رات
دیکھ اِس دَرجہ غمِ ہجر میں روتے روتے ۔۔۔ مر نہ جائیں ترے دیوانے کہیں۔ آج کی رات

جن پہ گزری ہے وہی جانتے ہیں۔ غیروں کو
کیسے بتلائیں کہ تھی کتنی حَسیں آج کی رات
کاش اُتر آئیں یہ اُڑتے ہوئے سیمیں لمحات
کاش یوُں ہو کہ ٹھہر جائے یہیں آج کی رات

لیلۃ القدر کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ! تُو بہت معاف کرنے والا ہے، تُو عفو کو پسند کرتا ہے، پس مجھ سے درگزر فرما۔

اعتکاف

فخرِ کائنات سیّد لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی ایک جھلک

رمضان کے آخری عشرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں 'اعتکاف' کی عبادت کا آغاز ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اعتکاف بیٹھتے، اس کی ایک جھلک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں بیان فرمائی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''۔۔۔مسند احمد بن حنبل جلد2 صفحہ 67 مطبوعہ بیروت کی ایک حدیث جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ رمضان میں جو اعتکاف ہوا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اعتکاف بیٹھتے تھے وہ کون سی دنیا تھی جس میں ڈوبا کرتے تھے۔ رمضان میں جب تیزی آتی تھی، اَجْـــوَدْ ہوجاتے تھے وہ کیا قصہ تھا۔ یہاں ایک جھلکی ہمیں نظر آتی ہے۔ اس بناء پر کہ بعض لوگ اعتکاف میں ذرا اونچی تلاوت کرتے تھے اُن کا اونچی تلاوت کرنا ہم پر ہمیشہ کے لئے احسان ہوگیا کیونکہ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال، اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔

یہ وہ باتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید از خود اپنے متعلق نہ بیان کرتے۔ مگر ان لوگوں نے مسجد میں جو تھوڑا سا ایک قسم کا ہلکا سا شور یعنی وہ بھی شور ایسا جو تلاوت کا شور ہے وہ بلند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تخلیہ میں مخل ہوگئے جو آپؐ کا اور اللہ کا تخلیہ تھا۔ اس لئے مجھے یہ حدیث بہت پیاری لگتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی تلاوت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی اور اب بھی ہماری مسجدوں میں شاید اس کی ضرورت پیش آئے۔ مگر اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کا ایک منظر، ایک جھلکی ہم نے اس حدیث میں دیکھ لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ آپ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنادیا گیا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ رمضان کے دنوں میں مسجد کی Capacity ہے تو اتنوں کو اعتکاف میں بیٹھنے دیا جائے یہ Capacity کا معیار درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ ایسا تھا کہ وہاں باقاعدہ ایک خیمہ سا بنایا گیا یعنی ایک جھونپڑی سی بنائی گئی اور ارد گرد کافی دور تک دوسرے لوگ نہیں تھے۔ ان کی عام عبادتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیہ کی حالت ان پر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ مسجد نبوی چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے اصل اعتکاف کا حق بڑی مسجد میں ادا ہوتا ہے۔ ایسی مسجد میں جہاں چند عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں، ایک دوسرے کے معاملات میں مخل نہ ہوں اور اصل عبادت کا تو وہی مزہ ہے جو ایسے اعتکاف میں کی جائے مگر ہمارے ہاں بھرنے پر زور ہے۔ اس لئے اس دفعہ خواتین میں خصوصیت سے جن خواتین کے متعلق کسی حکمت کی وجہ سے ہم نے سمجھا کہ ان کو یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے، مسجد میں گنجائش ہونے کے باوجود اُن کو جگہ نہیں دی گئی۔ یہ عین سنت نبوی کے مطابق ہے کہ یہ نہیں تھا کہ اگر صحابہ چاہتے تو ساری مسجد معتکفین سے بھر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اجازت کا کیا نظام جاری تھا مگر کچھ نہ کچھ ضرور نظام جاری ہوگا جس کے تابع بعض لوگوں کو توفیق ملتی تھی اور بعضوں کو نہیں ملتی تھی۔ کھجوروں کا ایک حجرہ سا بنایا گیا، ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ ایک رات ایسی آئی کہ آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے قرأت بالجہر اس طرح نہ کیا کرو کہ گویا دوسرے بھی سن سکیں۔ تو یہ فرض ہے ہر حجرہ والے کا جو اعتکاف بیٹھتا ہے کہ اس کے اندر کی آوازیں باہر نہ جائیں یہاں تک کہ تلاوت بھی باہر نہ جائے۔ حالانکہ تلاوت تو کسی عبادت کرنے والے کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ عبادت اور تلاوت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی آواز میں تلاوت کی آواز بھی باہر نہ جائے کہ دوسرے معتکفین کی راہ میں حائل ہو۔ کیوں ایسا فرمایا۔ ایک راوی بیاضی ہیں جن سے مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت مروی ہے اور بیاضی، بیاضہ بن عامر کی طرف

نسبت تھی، ان کا اصل نام عبداللہ بن جابر تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی روایت ہے کہ اپنے حجرہ سے باہر دوسروں کی طرف نکل کے آئے یعنی چل کر باہر گئے ہیں۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ فاصلہ ہے بیچ میں۔ جو نماز ادا کر رہے تھے ان کی قرأت کی آوازیں بلند تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نمازی تو اپنے رب ذوالجلال سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے۔

اب یہ راز و نیاز کی راتیں تھیں جو رسول اللہ ﷺ گزارا کرتے تھے اور اس راز و نیاز کا لطف کیا تھا یہ بھی اگلی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حدیثیں غلطی سے یہاں ساتھ نہیں رہیں لیکن زبانی میرے ذہن میں جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو اپنے رب سے راز و نیاز کیا کرتے تھے تو دنیا کے سارے دوسرے پردے اٹھ جایا کرتے تھے اور آپؐ ایسے غرق ہوتے تھے ذکر الٰہی میں اور اس سے ایسی لذت پاتے تھے کہ اس لذت کا بیان ممکن نہیں ہے۔ وہ حدیثیں اس وقت یہاں نہیں ہیں جو میرے ذہن میں ہیں جن کی وجہ سے میں بتا رہا تھا کہ یہ جو فرمایا کہ ایک شخص راز و نیاز میں مصروف ہے اس کے راز و نیاز میں حائل نہ ہو وہ راز و نیاز ایسا تھا کہ اس کے لطف کا کوئی بیان ممکن نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ کے ذکر میں اتنا زیادہ مزہ آتا تھا کہ اس مزے کی کیفیت دوسرے الفاظ میں بیان ہو نہیں سکتی۔ عام انسان جب ذکر الٰہی میں لذت پاتا ہے تو بعض دفعہ خود اپنی کیفیت کو دوسرے کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ سے عشق اور محبت میں جو خلا میسر آیا کرتا تھا وہ کیفیت جیسا کہ میں نے پہلے عرض کر دیا تھا ناممکن ہے کہ میں بیان کر سکوں، کوئی انسان اسے بیان نہیں کر سکتا۔

ان کیفیات پر رسول اللہ ﷺ کی بعض اور حدیثیں روشنی ڈالتی ہیں مگر اتنا بہر حال یقینی ہے کہ رمضان کی راتوں کے اواخر اور آخری عشرہ میں معتکفین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کا خیال رکھیں کیونکہ وہ جس بات میں مخل ہونگے وہ اللہ اور بندے کے راز و نیاز کی باتیں ہیں اور ایسی راز و نیاز کی باتیں ہیں جن کو وہ خود نہیں کھولنا چاہتا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/جنوری 1998 مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل لندن 13/مارچ 1998)

مُناجات

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

پھر خطائیں معاف کر دیجے
رحمتوں سے قلوب بھر دیجے

ہیں مناجات کے لئے حاضر
اب دعائیں قبول کر لیجے

منتظر کب سے دید کے ترسے
جلوۂ خاص عام کر دیجے

احمدِ مجتبیٰؐ کی اُمّت کو
پھر سے خیرالانام کر دیجے

سب گناہوں کو بھول کر مالک
ایک بخشش ہی دان کر دیجے

خانۂ دل میں رحمتوں کا نزول
اپنی شانِ غنا سے کر دیجے

ساقیا! تشنہ کام صادق کا
مئے عرفاں سے جام بھر دیجے

تزکیۂ نفس کے ذرائع

محمد ادریس چوہدری، جارجیا

عنوان بالا کی ضرورت واہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں اس کا ان الفاظ میں ذکر آیا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

(الشمس:9)

یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا

یعنی تزکیہ نفس اختیار کرنے والا کامیابی اور نجات سے ہمکنار ہوگیا۔

کسی بھی امر میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ نیک نیتی کے سہارے ابتداء کی جائے نیک نیتی کی مثال بیج کی طرح ہے جس کے بغیر درخت کا پھل دار ہونا ناممکن ہے۔ نیک نیتی کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

یعنی اعمال کی بناء نیت پر ہے۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ یہ حدیث علم کا تیسرا حصہ ہے۔ نیت باندھنے کا طریق صرف یہ نہیں کہ انسان بار بار کہے کہ میں ایسا کروں گا بلکہ یہ دعا ہونی چاہیئے کہ اے اللہ یہ عمل جسے میں اختیار کرنے والا ہوں اگر وہ تیری رضا کا موجب ہے تو مجھے اس کی بار بار توفیق فرما اور اگر نہیں تو مجھے اس سے دور لے جا۔ ہمیشہ نیت باندھنے کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لینا چاہیئے اور کام شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لینی چاہیئے یعنی ہم اللہ کے اِذن کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

''تم راستباز اس وقت بنو گے جب کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت قبل اس کے کہ تم کوئی تدبیر کرو، اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی۔''

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ ہر کام سے پہلے دعا ضروری ہے جس سے تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے اور یہ راست بازی کی طرف پہلا قدم ہے اور یہی تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے۔ زندگی کے کٹھن موڑوں پر جب انسان تذبذب اور شبہات کا شکار ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں صلحاء نے استخارہ کا سہارا لیا ہے۔

جن دنوں میں ویت نام کی جنگ لگی ہوئی تھی اس وقت ہزاروں نوجوان ہلاک ہوئے تھے۔ تب ایک انوکھی اور دلچسپ بحث چل نکلی۔ بعض امریکیوں نے کہا کہ ہمارے نوجوان نازونعم سے پرورش آوردہ ہیں جن پر ہزاروں ڈالرز صرف کئے جاتے ہیں۔ ویت نام کے غریب بچے جڑی بوٹیوں کی طرح اُگ جاتے ہیں اس لئے انہیں قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں کیا جاتا۔ امریکی نوجوانوں کے ساتھ زیادہ نقصان وابستہ ہے۔ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ نقصان نقصان ہی ہے کیونکہ زندگی ہر کسی کو پیاری ہے۔ ساری بحث کا زاویہ نگاہ صرف مادی حدود تک محدود رہا۔ اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ اعمال صالحہ سے خالی اور روحانی اقدار سے عاری زندگی ایک سفلی زندگی ہے۔ زندگی میں اصل فرق تو مذہبی مفلسی سے نمایاں ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ زندگی بھر مذہب کا پلّہ نہ چھوڑا جائے۔ خواہ مادی ذرائع کیسے ہی حوصلہ افزاء کیوں نہ ہوں۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

(آل عمران:104)

اور اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو

یعنی اللہ کی رسی کو تھامے رکھو۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ رسّی سے مراد اسلام ہے۔ پس زندگی کا بہترین حصہ مذہب ہے جس پر نہ صرف خود پیروی کرنی چاہیئے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرنی چاہیئے۔

اسلامی زاویہء نگاہ سے زندگی کا مقصد،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥

(الذّٰریٰت: 57)

اور میں نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے
کہ وہ میری عبادت کریں

ہے۔ لہٰذا عبد بننا ضروری ہے اور خالق حقیقی سے تعلق استوار رکھنا اہم ذمہ داری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''وہ کام جس کے لئے مجھے خدا نے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور خدا کی طاقتیں جو ان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ مخفی مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگاؤں۔''

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد20صفحہ 180-181)

ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنا چاہیئے۔ حقوق اللہ میں توحید کا اقرار اور شرک سے اجتناب شامل ہیں۔ حقوق العباد میں خدمتِ خلق اور بنی نوع انسان تک پیغامِ حق پہنچانا شامل ہیں۔ رسول مقبول صلعم سے پوچھا گیا کہ بہترین اسلام کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا، کھانا کھلانا اور جانے یا انجانے دونوں کو سلام کہنا یعنی خدمتِ خلق کے ساتھ ساتھ سلامتی کو وُسعت دینا۔ سلام سے مراد تبلیغ کرنا بھی ہوسکتا ہے۔ جب تک امن قائم نہ ہو جائے تو سلام کہتے رہنے کا اور کیا مقصد ہوسکتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ 19 جون 1998 کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

''ازالہء اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کے بڑے حکم صرف دو ہی ہیں۔ یعنی توحید اور بنی نوع انسان سے ہمدردی۔ اسکی مزید شرح کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ یہ حکم بھی اصل میں ایک ہی ہے کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنے بھائیوں کا نہ ہو۔ اور بنی نوع انسان کیلئے ہمدردی نہ رکھتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالہ سے حضورؒ نے بتایا کہ نفس کے تین درجے ہیں۔

اول یہ کہ انسان کو ادنیٰ درجہ کے خُلق سکھلائے جائیں جو اُسے جانوروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

دوم اس حالت سے ترقی کر کے اُسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھلائے جائیں

اور سوم یہ کہ جب وہ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو جائے تو پھر اُسے شربت وصلِ الٰہی سے سیر کیا جائے۔

یہ سب طریق قرآن کریم سکھلاتا ہے۔ پس حکم تو ایک ہی ہے پھر آگے مدارج کے لحاظ سے تقسیم ہو جاتا ہے''۔

اس ارشاد سے واضح ہے کہ تربیت اور تطہیر نفس کا بھی ایک ہی ذریعہ ہے کہ توحید الٰہی کا قولاً اور فعلاً اقرار کیا جائے۔
توحید کے بعد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ اور سنت کی پیروی تزکیہء نفس کیلئے ضروری ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات و معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جو اعلیٰ درجہ اور تزکیہء نفس پر ملتے ہیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ

جائے اوراس کا ثبوت خدا تعالیٰ کے کلام میں ملتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ...

(آل عمران:32)"

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ132)

اقرارِ توحیدِ الٰہی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی کے بعد چار ارکان تزکیہء نفس کا ذریعہ ہیں۔ ہم سب کیلئے ان سب پر عمل کرتے رہنا ضروری ہے حتّٰی کہ فطرت ثانیہ بن جائیں۔ سطور ذیل میں ان ارکان اسلام پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نماز

نفسانی کشمکشوں سے نمٹنے کیلئے نماز بہترین ذریعہ ہے جو انفرادی بھی ہوسکتی ہے لیکن باجماعت نماز کو اس پر ستائیس گنا فضیلت حاصل ہے۔ گو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے لیکن دعا ہم ذاتی اغراض کے لئے کرتے ہیں لیکن صلوٰۃ میں ہم اللہ سے اپنے تعلق میں گہرائی پیدا کرتے ہیں اور مکمل طور پر اللہ کے حضور سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ دوران نماز انسانی جسم چار سکون کی حالتوں میں سے گزرتا ہے جن میں سے صرف سجدہ کے دوران ہمارا دل، دماغ سے اوپر ہوتا ہے جس کا مطلب کُلّی طور پر عجز و انکساری ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي ا الصَّلٰوةِ

یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جس طرح کی لذت نماز میں ہے کسی چیز میں نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ پنج وقت نماز کی ادائیگی شرائطِ بیعتِ احمدیت میں داخل ہے۔

روزہ

فی زمانہ مادی ترقی نے اکثر مسائل آسان کر دیئے ہیں۔ اور فی الفور آرام طلبی کی طرف لوگوں کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ ٹی وی آن کرنے کے لئے کرسی سے اٹھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کمپیوٹر نے لوگوں کو اور بھی تن آساں بنا دیا ہے۔ تکلیف برداشت کرنے کا مادہ ختم ہوتا جارہا ہے۔ ایسے ماحول میں روزہ داری ایک اعلیٰ درجہ کی روحانیت کی متقاضی ہے۔ جس سے نہ صرف آسان روی دور ہوتی ہے بلکہ تزکیہء نفس بھی ہوتا ہے۔ روزہ ہمیں احساس دلاتا ہے کہ فاقہ کش کس مشکل میں سے گزرتا ہے اور اسطرح تمام انسان ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔

حج

آج کل مال و متاع کی حرص اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہم مادی اشیاء کے قابو میں آکر ان کے مطیع اور تابع بن گئے ہیں۔ جیسے کاروغیرہ اور خدا سے دُوری کے جزیرہ پر رہ رہے ہیں۔ حج ہمیں یوم المیز ان کی یاد دہانی کرواتا ہے۔ اس میں موت و حیات کا نظارہ بیک وقت ہوجاتا ہے۔ مساوات کا درس ملتا ہے۔ حج ادا کرنے کا طریق ہر طبقہء خیال کے مسلمانوں کے لئے ایک ہی ہے اس طرح حج اسلامی اخوت و محبت کا موجب ہے۔

زکوٰۃ

اگر زکوٰۃ صاحب ثروت کیلئے فرض ہے تو صدقہ و خیرات ہر کس و ناکس کے احاطہء اختیار میں ہے۔ انسان جس طرح اپنی رقم صرف کرتا ہے اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اُسے کیا شئے عزیز ترین ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ روپیہ پیسہ کا بہترین مصرف اہل و عیال پر خرچ کرنا ہے۔ پھر ایک اور حدیث ہے کہ اگر تو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے تو وہ بھی عبادت ہے۔ اللہ کے احکامات کی پیروی میں مال خرچ کرنا فراوانی کا باعث ہے، انفاق فی

سبیل اللہ اورتزکیہ ٔنفس کا ذریعہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’مالی قربانی کے نتیجہ میں اخلاص نصیب ہوتا ہے تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور انسان کے نفس کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے۔‘‘

(الفضل 19 اکتوبر 1991)

صحبتِ صالحین

صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ان میں سے جسے بھی تم پاؤ وہ ہدایت کا موجب ہے۔پھر فرمایا میرے صحابہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔نیز فرمایا میرے صحابہ میں اللہ کا رُوپ نظر آتا ہے۔یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ محض رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے اثر کے نتیجہ میں ہوا۔صحبت کا اثر انسانی اعمال پر گہرا ہوتا ہے۔قرآن پاک ہمیں نصیحت کرتا ہے کہ:

...کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○

(التوبہ:119)

...۔صادقوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

یعنی صادقوں کی جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ (بہ الفاظِ دیگر ایسا کرنے سے تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے) پھر اس طرح بھی ارشاد ہوا ہے کہ:

یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا○

(الفرقان:29)

اے وائے ہلاکت! کاش میں فلاں شخص کو گہرا دوست نہ بناتا۔

یعنی کافر آخرت میں کہے گا کہ کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔لہٰذا ہمیں ہم نشین اور ہم جلیس کے انتخاب میں بہت احتیاط برتنی چاہیئے۔جس کے لئے ان دو احادیث میں ہادیٔ کامل ﷺ نے نشاندہی کر کے ہماری کیا خوب رہنمائی فرمائی ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے استفسار ہوا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کون سے بہتر ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا ایک جن کو دیکھ کر تمہیں اللہ یاد آئے۔دوسرے جن کی باتیں تمہارے علم میں اضافہ کا موجب ہوں۔اور تیسرے جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

پھر حضرت ابی سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا محفلیں تین قسم کی ہیں۔ایک جن میں شامل ہونے والے کو کوئی نقصان نہیں (سالم) دوسرے جن میں شامل ہونے والے کو فائدہ پانے کیلئے کوشش کی ضرورت نہیں (غالم) اور تیسرے جو شامل ہونے والے کو ہلاک کر دیتی ہے (شاجب)۔

ایک اور حدیث میں جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے نیک کی صحبت کو عطر فروش کے مماثل ٹھہرایا ہے یعنی خریدو یا نہ خوشبو تو لے رہے ہو، اور بُرے کی صحبت کو بھٹی جھونکنے والے کے مترادف ٹھہرایا یعنی اس سے کپڑوں کو آگ لگنے کا احتمال ہے یعنی ہلاکت۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس لازوال حقیقت کو منکشف کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا اثر غیر مبدّل ہے۔

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُمَجِّسَانِہٖ

(مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تزکیہ ٔنفس کیلئے نیک صحبت کو لازمی قرار دیا ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو اصلاح کیلئے صبر شرط ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ تزکیہ اخلاق و نفس کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی **مزکّیٔ نفس انسان** کی صحبت میں نہ رہے۔جب کوئی تریاقی صحبت مل جاتی ہے تو اندر کی پلیدی رفتہ رفتہ دور ہو جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول طبع جدید صفحہ 459-460)

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کیلئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہوگا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 710-711)

صحبتِ صالحین سے مستفیض ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نسخہ بتلایا ہے:

’’زیارتِ صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف چلی آرہی ہے‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام اشتہار قیامت کی نشانی صفحہ 7)

الغرض نیک صحبت تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔

تزکیہ نفس کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت خدا تعالیٰ کی حمد وثناء، تسبیح وتحمید اور عبادت یعنی دعاؤں میں گزاریں۔ نوافل اور تہجد ادا کریں۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں ہونا چاہیئے جو خدا تعالیٰ کی یاد سے معمور نہ ہو۔ خالق خدا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا اچھا نسخہ بتلایا ہے:

دست درکار و دل با یار۔

اگر دل میں توحید الٰہی کا اقرار راسخ ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کے موافق اعمال کی توفیق بھی عطا کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اِن کی بیوی (ام المومنین حضرت) عائشہؓ نے پوچھا کہ آپ اسقدر عبادت کیوں کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا

کیا تُو یہ نہیں چاہتی کہ میں شکر گزار بندہ بن جاؤں؟ الغرض ہمیں اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں رنگ لینا چاہیئے۔ حتّٰی کہ ہمارے جسم کا رواں رواں پکار اُٹھے ع

ہم تو جیتے ہیں کہ تیرا نام رہے

کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔‘‘

قرآن خوانی بھی تزکیہ نفس کا ایک ذریعہ ہے

بالاہتمام قرآن خوانی بھی تزکیہ نفس کا ایک ذریعہ ہے۔ تدبر اور فہم فی القرآن کے لئے ہمیں دامے درمے قدمے سخنے کوشاں رہنا چاہیئے۔ کلام اللہ کا پڑھنا اور سننا برکت کا موجب ہے۔ اس بارہ میں حسبِ ذیل اہم ارشاداتِ خداوندی قابل توجہ ہیں:

1۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِO

(النحل:99)

پس جب تُو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔

2۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاO

(المزمّل:5)

اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔

3۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًاO

(بنی اسرائیل:79)

یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

(علی الصبح نماز فجر کے بعد کا وقت تلاوت کیلئے نہایت موزوں ہے)

4۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ

(طٰہٰ:115)

پس قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر

5۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ۔۔۔

(بنی اسرآئیل:83)

اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے

(قرآن کریم شفا ہے) جس میں کئی دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔خصوصاً وہ دعائیں جو انبیاء کے الفاظ میں ہیں، پڑھیں۔)

6۔آیت الکرسی۔کے پڑھنے سے اللہ بندے کو اپنی حفاظت اور امن میں رکھتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قرآن روزِ محشر شفاعت کا موجب بھی ہوگا۔ان اہم نقاط کی روشنی میں تلاوت کلام پاک تزکیہءِ نفس کیلئے بہت ضروری ہے۔
ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ان کے احسانات کے شکریہ میں درُود شریف کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیئے۔جس سے اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق بڑھتا ہے اور نفس پاک ہوتا ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا کہ درُود شریف ہی تربیت کا ذریعہ ہے جس سے مراد ہماری روحانی تربیت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ستر بار روزانہ استغفار پڑھنے کا حکم دیا ہے یہ سب جملہ امور عبادت کا حصہ ہیں۔اور اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔جن میں شغف اور لگن پیدا کر لینا تزکیہءِ نفس پر منتج ہوسکتا ہے۔اور اسی سے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ کا عملی ظہور ممکن ہے۔جیسا کہ اوپر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حوالے سے ذکر آ چکا ہے کہ اصلاً سب کچھ توحید الٰہی ہے۔لیکن باقی جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اس کے درجے ہیں۔
یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو بڑی تصویر کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جس کی تائید درجِ ذیل تمثیلی واقعہ سے بھی ہو جاتی ہے:

خاندان کی تمام ذمہ داریوں میں باپ کا گہرا ہاتھ ہوتا ہے۔ایک دن ایک باپ کام میں بہت مصروف تھا۔کام ختم ہونے کو نہیں آ رہا تھا۔اس پر مستزاد یہ کہ اس کا بیٹا اُسے تنگ کر رہا تھا کہ مجھے یہ لے دو اور فلاں چیز کیوں نہیں لا کر دی۔باپ نے سوچا کہ اسکے ذمہ کوئی کام لگا دوں تو شاید چھٹکارا ممکن ہو۔ اُس نے بیٹے کے ذمہ دو تین کام لگائے جیسے مرغیوں کو دانہ ڈال کر آؤ وغیرہ لیکن ہر دفعہ لڑکا آناً فاناً کام ختم کر کے واپس آ جاتا،تنگ آ کر باپ نے سوچا کہ کوئی لمبا سا کام اس کے ذمہ لگاؤں۔اُس نے بیٹے سے کہا کہ یہ جو معمہ (Puzzle) کے ٹکڑے ہیں اگر تم ان کو جوڑ و تو اس سے دنیا کا نقشہ بنا لو گے۔بیٹا مصروف ہو گیا اور ایک دفعہ پھر جھٹ پٹ کام ختم کر کے لوٹ آیا۔ باپ نے پوچھا یہ کیسے؟ تو بیٹے نے جواب دیا کہ ٹکڑوں کے ایک طرف اگر دنیا کا نقشہ ہے تو دوسری طرف بادشاہ کی تصویر ہے میں نے اُسے جوڑا تو دنیا کا نقشہ خود بخود بن گیا۔
اللہ تعالیٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس سے تعلق استوار کیا جائے تو نفس کی تطہیر اور تزکیہء کے ذریعہ سے دنیا کے تمام کام ٹھیک ہوسکتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی درجِ ذیل دعا کثرت سے پڑھنے کی تاکید کی ہے۔جس کے ساتھ ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّکَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔اور اُس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔اے اللہ! اپنی محبت میرے دل میں اتنی ڈال دے جو میری اپنی ذات،میرے حال میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔آمین ثم آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَ آخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(انصار اللہ امریکہ کے مقابلہ مضمون نویسی میں انعام یافتہ مقالہ)

روزوں کا سماں

عبدالسلام اسلامؔ

ہے جذب جس میں نورِ حق　　وہ روح روزہ دار کی
کیا اجر روزہ دار کا؟　　ہاں ہاں رضا دلدار کی
مالک بنے جب اجر خود　　اس کی بہا کی بات کیا!
اس سے بڑی خوش قسمتی　　کیا ہوگی روزہ دار کی!
روزے سے کیا کچھ نہ ملا!　　جس کا خدا ہے خود صلہ
اس سے بڑی جود و سخا　　بتلا ہے کس سرکار کی

جب ہے یہ بدلہ بے بدل
کیوں نہ کھلے دل کا کنول

تسکینِ دل ہے صوم میں　　کچھ اضطرابِ عشق بھی
کچھ داغ لالہ زار کے　　خوشبو ہے کچھ گلزار کی
آ دیکھ قسمت جاگتی　　ہر ایک روزہ دار کی
ہیں چُننے والے چُن رہے　　بھر بھر کے اپنی جھولیاں
بخشش ذرا آدیکھ تو　　اس ابرِ گوہر بار کی
اس میں ہے آتی لیل وہ　　افضل جو دَہ صد ماہ سے
جس میں برستی ہیں سدا　　ہاں بارشیں انوار کی
مانگو جو تم نے مانگنا!　　آواز ہے سرکار کی

گھنٹی ہے بجتی ہر سحر　　اللہ کے دربار کی

ہر سُو ہے منظر پُر فضا
اِک کیف ہے چھایا ہوا

جنت کے دَر ہیں کُھل گئے　　دوزخ کا ہر دَر بند ہے
ابلیس ہے جکڑا گیا　　اور اپنے ہی گھر میں بند ہے
ہاتھوں میں اس کے ہتھکڑی　　پاؤں میں اس کے بیڑیاں
اس کا گلا گھونٹا گیا　　اخراج ہر شر بند ہے

کیوں نہ بدی مفقود ہو
جب نورِ حق مشہو د ہو

وہ گھر بہ گھر کی رونقیں　　شام و سحر کی رونقیں
وہ قریہ قریہ روشنی　　ہر ہر نگر کی رونقیں
وہ صوم کی تیاریاں　　کاذب سحر کی رونقیں
قرآن کا وہ درس، کیا　　جذب واثر کی رونقیں
لب پر دُعا کا سلسلہ　　وہ چشمِ تر کی رونقیں

روزوں میں ہے ایسا سماں
گویا ہے اک تازہ جہاں

دین و دنیا کی بھلائی کی دُعا

خادمِ رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ کونسی دُعا پڑھتے تھے؟ انہوں نے بتایا یہ دُعا:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَاعَذَابَ النَّارِ۔ (بخاری ومسلم)

اے اللہ! ہمیں دُنیا میں بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی۔ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ڈاونچی کوڈ (THE DA VINCI CODE)
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

محمود بن عطاء، آسٹن ٹیکساس

ڈاونچی کوڈ(THE DA VINCI CODE) ڈان براؤن کا ایک ناول ہے جس کی 40 میلین کاپیاں اب تک فروخت ہوچکی ہیں۔اس ناول کا 44 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔کتاب کی ''مقبولیت'' کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس ناول کا ایک خاص ILLUSTRATED ایڈیشن 160 رنگین تصاویر سے مزین کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن کی 10 لاکھ کاپیاں شائع کی گئی ہیں اسی نام سے اس ناول پر مشتمل فلم 19 مئی 2006 کو ریلیز کی گئی ہے۔اس کے ریلیز ہونے سے پہلے ہی شائقین نے کئی ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں اس کے ٹکٹ خرید لئے تھے۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ اس ناول کی اشاعت اور خاص طور پر'' ڈاونچی کوڈ'' فلم کے اجراء پر یوں لگتا ہے کہ مسیحی دنیا کے مذہبی عناصر میں سونامی قسم کی کوئی آفت آ گئی ہے۔خاص طور پر کیتھولک فرقہ کے عمائدین نے بہت احتجاج کیا ہے اور اپنے لوگوں سے کہا ہے کہ اس فلم کا بائیکاٹ کریں۔انسانی جبلّت ہے کہ جس چیز سے روکا جائے اس کیلئے دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ میں نے فلم تو نہیں دیکھی' ازراہِ تجسس اس ناول کی ایک کاپی ضرور خریدی اور اس کے ILLUSTRATED نسخے کیلئے جی للچا رہا ہے۔اس ناول میں برطانیہ' سکاٹ لینڈ اور فرانس کے جن مقامات کا ذکر کیا گیا ہے وہ اچانک '' تاریخی مقامات'' بن گئے ہیں اور وہاں لوگ جوق در جوق جانا شروع ہو گئے ہیں۔ ''اسلام خطرے میں ہے'' کا نعرہ ہم نے کئی مرتبہ سنا۔اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس ناول اور فلم سے عیسائیت خطرے میں ہے۔ اس ناول کے مندرجات نے دینِ مسیحی اور خاص طور پر رومن کیتھولک مذہب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معروف زندگی کے مشہور واقعات اور انجیل کے روایتی متن کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ناول کے اس خیال نے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک معتقد پیروکار' مریم مگدلینی (Mary Magdalen) سے شادی کی جس کے بطن سے ایک صاحبزادی تولّد ہوئی جس کی نسل آج تک موجود ہے اور فرانس کے ایک شاہی خاندان کا شجرۂ نسب اس صاحبزادی سے جاملتا ہے۔ناول نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ رومن کیتھولک فرقہ نے اس راز کو چھپانے کیلئے مقدور بھر کوشش کی ہے اور ان کے ایک گروپ (OPUS DEI) نے جبر وتشدد اور قتل وغارت کا طریقہ بھی اپنایا۔ مسیحی علماء ومفکرین کو بجا طور پر یہ فکر لاحق ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت ثابت ہوگئی تو ان کے مذہب کے دوسرے عقائد' الوہیتِ مسیح (Divinity) ابنیتِ مسیح (Sonship) اور تثلیث (Trinity) کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔قرآن مجید نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت پر زور دیا ہے۔ان کی نبوت ورسالت کا اعلان تو کیا ہے مگر ان کی الوہیت، ابنیت اور تثلیث وغیرہ کی سخت الفاظ میں تردید کی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے انبیاء اور مرسلین کی طرح' دینِ اسلام کی بنیادی تعلیم' توحید' کی تبلیغ واشاعت کیلئے مبعوث ہوئے۔ سینٹ پال اور دوسرے لوگوں نے ان کی اصل تعلیمات کو بدل دیا۔عیسائیوں کے احتجاج کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے لیکن مسلمانوں کا احتجاج سمجھ سے بالا ہے ۔ میں اس موضوع پر الگ تبصرہ کروں گا۔

اس ناول اور فلم کے خلاف مسیحی حلقوں کے غیر معمولی احتجاج پر مجھے خیال آیا کہ ستمبر 2005 میں ڈنمارک کے ایک اخبار نے سید المعصومین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے 12 اشتعال انگیز خاکے شائع کئے جس سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلا اور شدید احتجاج کیا گیا۔بعض مسلم ممالک میں تشدد کے نتیجے میں مالی اور جانی نقصان بھی ہوا۔ بعض مغربی ممالک کے سفارتی اور تجارتی مفادات و مقامات پر حملے بھی کئے گئے۔اس کے ردِّعمل میں یہ خاکے 40 ممالک میں چھاپ دیئے گئے اور کہا گیا کہ مغرب میں آزادیٔ اظہار کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب مسیحی دنیا کے مذہبی حلقوں کو یہ ''آزادیٔ اظہار'' کا حق کیوں گراں گزر رہا ہے؟

اصل وجہ یہ ہے کہ دینِ مسیحی کے موجودہ غلط عقائد کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔یہ ابلاغ علم کا زمانہ ہے۔ اثرات کی سرایت کا دور ہے۔ برطانیہ میں اس موضوع پر سروے کیا گیا۔ %59 نے یہ رائے دی کہ متنازعہ کتاب میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور موجود ہے۔میری ہمسائیگی میں رہنے والے تقریباً ہر عیسائی نے اس فلم کو دیکھا ہے۔ بائیکاٹ کی اس اپیل پر کسی نے کان نہیں دھرا۔ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ سُست مدعی کے چُست گواہ ہیں۔اقبال نے ان لوگوں کی نفسیات کو خوب سمجھا تھا ؎

اگر قبول کرے دینِ مصطفیٰ انگریز
سیاہ روز مسلماں رہے گا پھر بھی غلام

3 جون کی خبر تھی کہ پاکستان نے اس فلم کی نمائش پر پابندی لگا دی ہے۔اس کے بعد وہاں سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ کتاب کو بھی بحق سرکار ضبط کیا جائے۔مسلمان اپنے مسیحی ''بھائیوں'' سے اس احتجاج اور مطالبے میں دو قدم آگے ہیں۔حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ پاکستان میں کس قسم کا سلوک روا رکھا جاتا ہے؟ عیسائیوں کے گرجوں، سکولوں اور ہسپتالوں پر حملے ہوتے رہے ہیں۔

میں نے اس قسم کے حادثات سے متاثر ہو کر اُردو لنک میں دو تین بار لکھا بھی ہے۔کرسمس کے دن ٹی وی کے کیمرے کے سامنے قاضی حسین احمد صاحب کے کیک کاٹنے سے پاکستان کے اقلیت کش تشخص پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا!

اس احتجاج اور ردِّعمل کی کہانی بھی بڑی دلچسپ ہے۔ہندوستان میں مسلمانوں اور عیسائیوں نے مل کر اس فلم کی نمائش پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ جلسے جلوس کا اہتمام کیا۔ بھارتی سنسر بورڈ نے فلم کو "Fiction" کے اعلان کے ساتھ دکھانے کی اجازت دے دی۔ہندوستان کی 29 ریاستوں میں سے 22 میں یہ فلم دکھائی جا رہی ہے مگر 7 ریاستوں میں متوقع احتجاج کے پیشِ نظر نمائش پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔تھائی لینڈ نے بھی ہندوستان کی پالیسی اختیار کی ہے۔فلم کو ''فکشن'' کے اعلان کے ساتھ دکھایا جا رہا ہے۔چین اور جنوبی کوریا نے فلم پر پابندی لگانے کے مطالبہ کو رد کر دیا ہے۔سنگاپور کی عدالت میں یہ معاملہ لے جایا گیا مگر عدالت نے اسے مسترد کر دیا۔مسلمان ہونے کے ناتے ہم سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقرب بندے تھے۔اس لحاظ سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح وہ بھی ہمیں محبوب ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی توحید سب سے زیادہ پیاری ہے۔یہ امر باعث اطمینان ہے کہ یہ ناول کسی مسلمان نے نہیں لکھا نہ ہی اس فلم کے بنانے والے مسلمان ہیں۔اگر اس ناول یا فلم کے ذریعے شرک اور تثلیث کے غیر اسلامی عقائد پر زد پڑتی ہے تو ہم اس پر سیخ پا کیوں ہوں؟ کیا قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت، ابنیت، عقیدۂ تثلیث اور کفارہ (Atonement) کی پر زور تنقید و تردید موجود نہیں؟ اگر عیسائیوں کا بس چلے تو سب سے پہلے قرآن مجید پر پابندی لگوانے کی کوشش کریں اس کتاب اور فلم کے خلاف مسیحی احتجاج کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کا مواد مسیحی عقائد و نظریات سے متصادم ہے۔مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس کے علاوہ بعض عقائد کی وجہ سے بھی مجبور نظر آتے ہیں۔عیسائیوں کی طرح عام مسلمان خصوصاً پاک و ہند کے مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بجسمِ عنصری زندہ موجود ہیں اور آئندہ زمانہ میں زمین پر نازل

ہوں گے۔عیسائی مانتے ہیں کہ سانحہ صلیب میں ان کی وفات ہوگئی اور خدا نے تیسرے دِن معجزانہ طور پر زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔انہیں زندہ تسلیم کرنے والے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آخری لمحات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شکل بدل دی اور انہیں آسمان پر اٹھالیا کسی اور شخص کو ان کا ہم شکل بنادیا جسے یہودیوں اور رُومیوں نے صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر دیا۔مسلمان اور عیسائی دونوں مانتے ہیں کہ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس بتیس سال تھی اور مجرد تھے۔یہی وجہ ہے کہ مریم مگدلینی سے ان کی شادی اور اولاد کا تصور ان کیلئے ناقابل برداشت ہے۔کرۂ ارض پر نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کریں گے' اس کے بارے میں مسلمان اور عیسائی اختلاف رکھتے ہیں۔مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کے لشکر جرار کے ساتھ کفار کا قتلِ عام کریں گے اور دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجادیں گے اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے اور مسلمانوں میں خزانے تقسیم کریں گے۔اس قدر دولت بانٹیں گے کہ لوگ تھک جائیں گے اور مزید مال لینے سے انکار کر دیں گے۔عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نزول اجلال کے بعد عیسائیوں کے علاوہ تمام منکرانِ تثلیث ونجات کا صفایا کریں گے اور دنیا عدل سے بھر جائے گی!صاف ظاہر ہے کہ یہ دونظریات منطبق نہیں ہوسکتے۔

یہی وجہ ہے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح وفات یافتہ مانتا ہوں اور اس عقیدہ میں سرسید احمد خان' ابوالکلام آزاد' علامہ مشرقی' ڈاکٹر محمد اقبال' مولانا عبیداللہ سندھی اُستاد محمد شلتوت مصری' سید قطب' علامہ محمد اسد مفسر قرآن' علامہ عبداللہ قیشاری' علامہ رشید رضا مصری اور دیگر بہت سے مفکرین اسلام کا ہمنوا ہوں۔قرآن مجید کی کسی آیت میں ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر موجود نہیں۔حتٰی کہ رفع الی اللہ کی آیت(سورۃ النساء آیت158) میں بھی''آسمان'' کا لفظ موجود نہیں۔اسی طرح قرآن مجید یا انجیل سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ انہیں مجرّد رہنے کا حکم دیا گیا تھا یا یہ کہ انہوں نے شادی کی ہی نہیں۔قرآن کریم میں 25 انبیاء ومرسلین کا نام کے ساتھ ذِکر موجود ہے۔ان میں سے بعض کی ازواج یا اولاد کے حوالے سے ہمیں ان حضرات کی عائلی زندگی کا علم ہوتا ہے۔مثلاً حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت موسیٰ، حضرت یعقوب، حضرت شعیب، حضرت زکریا علیہم السلام' وہ انبیاء اور رسول ہیں جن کی بیوی یا اولاد کا قرآن مجید میں ذکر نہیں' کیا ان کے تجرّد کا اعلان کرنا ارکان ایمان میں شامل سمجھا جائے گا؟ قرآن مجید سے' جو الہامی کتابوں میں نازل کی جانے والی سچی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت اور تجرّد کی تعلیم نہیں دی۔اس لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کیلئے تجرد پر اصرار کی بجائے ازدواج کے امکان کو تسلیم کرنا ایک بہتر راستہ ہے۔تحدّی سے فتویٰ ٹھونسنے کی بجائے سکوت کی راہ بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔

میں آخر میں انجیل اور مسیحی لٹریچر کے دوسرے ماخذ ومنابع سے مریم مگدلینی کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ان معلومات سے بھی اس بحث کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔مریم مگدلینی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروکاروں میں شمار ہوتا ہے۔انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے''مریم'' نام کی کئی خواتین کا ذکر ملتا ہے۔ان کے علاوہ بعض اور خواتین کا ذکر بھی ہے جن کا نام نہیں دیا گیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور ان کی ایک خالہ کا نام بھی مریم تھا جو کلوپاس کی بیوی تھیں۔تیسری مریم فلسطین کے گاؤں مگدلہ(MAGDALA) میں پیدا ہونے کی وجہ سے مگدلینی کہلائی۔یہ تینوں خواتین سانحہ صلیب کے وقت وہاں موجود تھیں

(یوحنا باب 19آیت 25)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی کا اس خاندان کے ساتھ کوئی قریبی تعلق تھا۔

''مریم'' نام کی متعدد خواتین اور دیگر عورتوں کی وجہ سے حالات اور واقعات خلط ملط ہوگئے ہیں۔ایک مثال پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔لوقا کی انجیل میں ایک بدچلن عورت کا ذکر موجود ہے جس نے شمعون فریسی کے گھر میں ایک دعوت کے موقع پر حاضر ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاؤں پر قیمتی عطر مَلا اور ان کے پاؤں پر سر رکھ کر روئی۔گناہوں سے توبہ کی اور اپنے

بالوں سے پاؤں پر گرنے والے آنسو خشک کئے۔ میز بان شمعون اس منظر پر حیرانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا رہا۔

(لوقا باب 7 آیات 37-39)

حضرت عیسیٰ نے اس کی حیرانی دُور کرنے کیلئے اس موقعہ پر جو تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اب ہے۔ گناہ گاروں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس عورت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تیرے ایمان نے تجھے بچالیا۔ سلامت چلی جا''

(لوقا باب 7 آیت 50)

انگریزی اور فارسی انجیل میں اس آیت کی عبارت زیادہ خوب صورت اور واضح ہے۔

''ایمانت باعث نجاتت شدہ است' برخیز وآسودہ خاطر برو''

(لوقا باب 7 آیت 50)

"YOUR FAITH HAS SAVED YOU. GO IN PEACE"

(LUKE 7:50)

انجیل میں اس جگہ اس عورت کا نام درج نہیں۔ مگر چھ صدیوں بعد پوپ گریگری (Gregory) نے اپنی ایک تقریر میں اس واقعہ کے حوالے سے سچی توبہ کی علامت کے طور پر پیش کرتے ہوئے' اس ''نامعلوم عورت'' کو مریم مگدلینی قرار دیا۔ اس وقت سے اس کا یہ تشخص Fix ہو گیا ہے۔ ان برسوں میں رومن کیتھولک علاقوں میں طاعون پھیلی ہوئی تھی اور لوگوں کو توبہ کی طرف متوجہ کرنے کیلئے پوپ کو ایک ایسی ڈرامائی انقلاب پیدا کرنے والی علامت کی ضرورت تھی۔ رومن کیتھولک چرچ میں مریم مگدلینی کو ایک Saint کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ایک ضرورت کیلئے ایک نیک خاتون کو ''ملامتی'' بنا کر بھینٹ چڑھا دیا گیا!

سوسن ہیسکنز (Susan Haskins) نے مریم مگدلینی پر 500 صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کی تحقیق کے مطابق اس کا شجرہ نسب' باپ (Cyrus) اور ماں (Eucharia) دونوں طرف سے بنی اسرائیل کے شاہی خاندانوں سے ملتا ہے وہ بڑی حسین وجمیل تھی اور اموال و املاک کی مالک تھی۔

Mary Magdalen, Myth and Metaphor Publisher,

Riverhead Books page. 154

اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ تاریخ کتنی کمزور اور مشکوک چیز ہے۔ کسی اہم شخصیت کے ریمارکس سے تاریخی حقائق بھی مسخ ہو سکتے ہیں! تاریخِ عالم کو خوردبین کے عدسے کے نیچے پرکھنے کیلئے کتنا وقت درکار ہے؟

یاد رہے کہ مریم مگدلینی کی طرف ایک انجیل بھی منسوب ہے۔ جو موجودہ چار اناجیل میں شامل نہیں۔ ایسی کئی اور انجیلیں بھی ہیں مگر وہ ''عہد نامہ جدید'' (NEW TESTAMENT) کا حصہ نہیں۔ برنباس کی انجیل جو قرآنی اور اسلامی نظریات وعقائد کی مؤید ہے' مسیحی اسکالر اسے کسی مسلمان کی ''جعل سازی'' قرار دیتے ہیں۔ حال ہی میں یہودا اسکریوطی JUDAS ISCARIOT (وہ حواری جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکہ دے کر گرفتار کروانے کا الزام لگایا جاتا ہے) کی ایک انجیل مصر سے برآمد ہوئی ہے۔ 1947 میں بحیرۂ مردار کے قریب قمران کے غاروں سے بعض نادر مسودات ملے ہیں جن پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ بعض مسودات چھپ چکے ہیں اور بعض مصلحتوں کی وجہ سے ابھی تک مخفی ہیں۔ عین ممکن ہے آنے والے کل میں یا کبھی آئندہ زمانے میں کچھ ایسے مسودات دستیاب ہوں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ایسے حالات پر روشنی پڑتی ہو جو اب تک تاریخ کا حصہ نہیں بن سکے۔ مثلاً ان کی عائلی زندگی کے بعض گوشے ظاہر ہو جائیں۔ اس امکان کا دروازہ کھلا رہنا چاہیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادی کا امکان تسلیم کرنا کوئی کلمہ کفر نہیں اور نہ ہی اس سے ان کی نبوت و رسالت اور روحانی عظمت کم ہوتی ہے۔

تورات میں بنی اسرائیل کیلئے شادی کرنے اور ابراہیمی نسل کو بڑھانے کیلئے خدائی حکم موجود ہے۔ ''رہبانیت'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم نہیں تھی۔ اسے بعد میں مسیحیت میں داخل کیا گیا۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے (سورۃ الحدید: 27) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جماعت

کے بعض لوگ شادی شدہ تھے۔ پہلا حواری پطرس (PETER) بھی شادی شدہ تھا۔ بعض محقق اس امکان کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی اہلیہ ان کے دعویٔ رسالت کے وقت وفات پا چکی تھیں۔

(Mary Magdalen Susan Haskins page 385)

یہ بات ہے بھی قرین قیاس بنی اسرائیل میں از روئے تورات لڑکے کیلئے 13 سال کی عمر سے بلوغت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تکمیل تعلیم اور معاشی استحکام کے جلد بعد وہ لوگ اور خاص کر مذہبی اساتذہ اور ربائی شادی کر کے عائلی زندگی کا آغاز کر لیتے تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسی دور حیات یعنی 13 سے 30 تک کے ان سترہ سالوں کے بارے میں انجیل مکمل طور پر خاموش ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شادی وغیرہ کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں آنے والوں نے رہبانیت کو عظمت دینے کیلئے جان بوجھ کر ایسے مواد کو تحریف کی نذر کر دیا ہو۔ بیسیوں انجیلوں میں سے صرف چار کا انتخاب بھی تو صدیوں بعد ہوا۔

پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ چرچ میں عورتوں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کیلئے ایک کشمکش جاری تھی۔ عورتوں کا اقتدار کم کرنے کیلئے اور مریم مگدلینی کا مقام گرانے کی نیت سے، اسے نسوانی جنسی کشش کی وجہ سے گناہ کا محرک اور محور قرار دیا گیا اور اس کے مقابل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ کو عفت و بکارت کی علامت کے طور پر ابھارا گیا۔ حال ہی میں James Carrol کا مریم مگدلینی پر ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے جس میں یہ ذکر بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم مگدلینی کو اپنے سب حواریوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اس مقالہ میں پطرس حواری کا وہ مکالمہ بھی درج ہے جس میں وہ مریم مگدلینی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض مخفی ملفوظات جاننے کیلئے سوال کرتا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے قارئین کو یہ مقالہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔

(ملاحظہ فرمائیے ماهنامہ Smithsonian
بابت جون 2006 صفحات 108 تا119)

کیا یہ ممکن نہیں کہ مریم مگدلینی ایک نیک اور خدا ترس خاتون ہو اور عمداً چرچ کے سیاسی داؤ پیچ میں اسے ایک ''بدچلن عورت'' کے روپ میں پیش کیا گیا ہو۔ تنزل کے طور پر ایک لمحہ کے طور پر یہ مان لیتا ہوں کہ اس کا ماضی معصیت سے آلودہ رہا ہوگا۔ ہم اکثر علماء کے خطبات و تقاریر میں ایک طوائف کا ذکر سنتے آئے ہیں جسے ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخش دیا گیا۔ کیا ایک ایسی ہی طوائف کی ایک نبی کے قدموں پر سچی توبہ خدا کے حضور قبول نہیں ہو سکتی؟ حدیث شریف میں یہ بشارت موجود ہے کہ سچی توبہ ایک گناہ گار کو نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم بنا دیتی ہے!

اس ساری بحث کے دو پہلو ایسے بھی ہیں جو ہم مسلمانوں کیلئے خاص طور پر قابل غور ہیں۔ اول' ناول اور فلم کے حوالے سے کئے جانے والے عالمگیر احتجاج میں کہیں بھی توڑ پھوڑ گھیراؤ اور تشدد کے واقعات نہیں ہوئے۔ اس قسم کے پُر امن احتجاج ہمارے لئے کیوں ممکن نہیں؟ جب ہم بار بار دنیا کو باور کروانے کیلئے یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا مطلب ہے ''امن'' تو دنیا یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتی اور دوسرا پہلو اس سے بھی زیادہ اہم ہے، اس ناول اور فلم کے ذریعے پھیلائی جانے والی ''غلط فہمیوں'' یا ''غلط نظریوں'' کا علمی رنگ میں محاسبہ کیا گیا ہے۔ مسیحی علماء اور دانش وروں نے اخبارات و جرائد اور ویب سائٹس پر تنقیدی اور تردیدی مقالات لکھے اور مختلف زبانوں میں بیسیوں کتابیں لکھیں۔ صرف امریکہ میں اس موضوع پر 50 کتابیں تردید میں شائع ہو چکی ہیں۔ ستمبر 2005 سے لے کر اب تک ہتک رسولؐ پر مشتمل خاکوں کے ذریعے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے مسلمان علماء نے کتنی کتابیں لکھی ہیں؟ شاید ایک بھی نہیں! ہمیں اس شعر میں بیان کی جانے والی کیفیت سے اب باہر آ جانا چاہیئے ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی

(ہفت روزہ اُردو لنک، 16 تا 22 جون 2006، صفحہ 14)

محمد منیر خان شامی شہید

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان، فلاڈلفیا

ہر سال 14 اگست کا تاریخ ساز دن مجھے میرے پیارے بڑے بھائی محمد منیر خان صاحب شامی کی شہادت کی یاد دلاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی میری پیاری والدہ مرحومہ کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں، جو 1974 یعنی مرحومہ کی وفات تک بار بار باہر کے دروازے کی طرف اٹھتی رہیں کہ شاید ''میرا منیر آیا ہے'' یاد دلاتا ہے۔ جہاں بھائی کی ہمیشہ کے لئے جدائی سے دل ایک گہری اُداسی محسوس کرتا ہے، وہاں یہ سوچ کر میرا دل مطمئن بھی ہو جاتا ہے کہ مادرِ وطن کی آزادی میں ہمارے خاندان کا خون بھی شامل ہے۔ الحمدللہ۔

والد صاحب ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابوحنیفی مرحوم کا تعلق ایک کٹر حنفی خاندان سے تھا۔ آپ نے اگرچہ احمدیت سے متعلق سنا تو ہوا تھا، مگر سب کچھ مخالفت میں۔ جب اباجی افریقہ میں ملازمت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو وہاں ہندوستان سے آئے ہوئے دوسرے لوگوں سے میل جول ہوا اور انہیں احمدیت کی تعلیم کا بغور مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ وہاں آپ کو احمدی احباب کے حسنِ خلق نے بہت متأثر کیا اور آپ احمدیت کی نعمت بے بہا سے نوازے گئے۔ الحمدللہ۔ یہ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کا افریقہ میں ابتدائی دور تھا۔

اباجی افریقہ جاتے ہوئے ہم بچوں کو قادیان میں پڑھائی اور دینی تربیت کے لئے والدہ صاحبہ مرحومہ کی نگرانی میں چھوڑ گئے تھے۔ بڑے بھائی محمد حفیظ خان صاحب میڈیکل سکول امرتسر کے طالب علم تھے اور وہیں سکول کے ہاسٹل میں قیام پذیر تھے، ہفتہ پندرہ دن کے بعد گھر کا چکر لگایا کرتے جب کہ بھائی منیر تعلیم الاسلام کالج قادیان کے بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ گھر بار اور چھوٹے بہن بھائیوں کی نگرانی والدہ صاحبہ اور بھائی منیر کے سپرد تھی۔

بھائی منیر خدا تعالیٰ کے فضل سے واقفِ زندگی تھے، آپ کو سائنس کے مضامین میں ایم ایس سی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ چنانچہ آپ 1947 میں، بی ایس سی کے تیسرے سال میں پڑھ رہے تھے۔ سائنس کے طالب علم ہونے کے باوجود آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ استاذی المکرّم پروفیسر مبارک احمد صاحب انصاری، کینیڈا بھائی منیر شامی کے اس وقت کے ہم جماعت ہیں، پروفیسر صاحب موصوف نے بتایا کہ بھائی منیر کا صاف ستھرا علمی ذوق تھا۔ انگریزی اور اردو کتب، رسائل و جرائد اور اخبارات کے مطالعہ کا شوق تھا۔ چنانچہ دونوں دوستوں نے ایک دفعہ مقابلہ میں آ کر تعلیم الاسلام کالج قادیان کی لائبریری میں موجود تمام انگریزی ادب کی کتب کا مطالعہ کر لیا تھا۔ مکرم ماسٹر چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔

مجھے یاد ہے بھائی منیر کے پاس اس وقت کا مشہور باتصویر انگریزی رسالہ (Illustrated Weekly of India) آیا کرتا تھا۔ مجھے بچپن میں تصویریں اکٹھی کرنے کا شوق تھا۔ میں نے ایک بار اس انگریزی رسالے میں سے بھائی جان کو بتائے بغیر ایک تصویر کاٹ لی تھی جس پر مجھے بھائی جان سے سخت سرزنش کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ دراصل اس تصویر کے پیچھے ایک معمہ چھپا ہوا تھا جسے بھائی جان نے حل کر لیا تھا۔ بھائی جان اس طرح معمے حل کر کے اکثر انعام جیتا کرتے تھے اور اپنے علمی و ادبی ذوق و شوق پورا کیا کرتے تھے۔

بھائی منیر شامی شہید، صلح جو اور منکسر المزاج نوجوان تھے۔ استاذی المکرّم پروفیسر سعید اللہ خان صاحب، شعبہ شماریات، ربوہ، بھی بھائی منیر کے کلاس فیلو ہیں، انہوں نے بتایا کہ بھائی منیر کی طبیعت میں مزاح تھا۔ دوستوں نے مل کر ایک مجلس قائم کی ہوئی تھی جس کے ہفتہ وار اجلاسوں میں لطیفے اور مزاحیہ مضامین پڑھے جاتے اور دوستوں کی یہ محفلیں کشتِ زعفران بنی رہتیں۔ یہ محفلیں ہر ہفتے مختلف دوستوں کے گھر کی بیٹھکوں میں منعقد ہوتیں۔ اس زمانے میں شہر کے نوجوانوں کے لئے یہی ایک علمی و ادبی تفریح تھی۔ اخباروں کے مطالعہ کے

باعث ملکی اور غیر ملکی حالات پر بھائی جان کی گہری نظر تھی۔ عربوں سے ہمدردی اور یک جہتی کے اظہار کی وجہ سے دوست بھائی کو 'منیر شامی' کے نام سے پکارتے تھے۔ ورنہ ان کا ملک شام سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ہمارا گھرانہ پروفیسر مولانا ارجمند خان صاحب مرحوم کے گھر کے آدھے حصہ میں کرایہ دار کے طور پر محلّہ دارالرحمت، قادیان میں مقیم تھا۔ بھائی جان جماعت احمدیہ کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور ہم بچوں کو مسجد جانے کی تلقین کرتے اور نگرانی کرتے کہ راقم الحروف 6 سال اور بھائی معین 9 سال اطفال کے ہر اجلاس میں شامل ہوں اور وقارِ عمل کے پروگراموں میں باقاعدگی سے حصہ لیں۔ آپ محلّہ میں ایک شریف نوجوان کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ بات چیت میں بڑے اور چھوٹے کے ادب ولحاظ کا خوب خیال رکھتے۔

میری بچپن کی یادوں میں اگست 1947 کا مہینہ خاص خاص یادیں لئے ہوئے ہے۔ اس ماہ قادیان جیسے پُر امن شہر میں خاص طرز کی بے چینی اور گہما گہمی تھی۔ نو وارد چہرے مرد و زن، پریشان حال ہر طرف گھومتے پھرتے دکھائی دیتے۔ کئی لوگ بستر اور ساز و سامان اٹھا ہوئے اِدھر اُدھر آ جا رہے ہوتے، بیل گاڑیاں، اِکا دُکا تانگے نظر آتے، ہر طرف خوف و ہراس، سراسیمگی کا سماں تھا۔ مسجدوں میں پردے ڈال کر مصیبت زدہ لوگوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ سب جو کچھ بھی ہو رہا تھا ہم بچوں کی سوچ اور سمجھ سے بالا تھا۔ صرف ایک بات ہم بچوں کو بار بار ذہن نشین کرائی جا رہی تھی کہ بلا ضرورت اور بغیر اجازت گھر سے باہر قدم نہیں رکھنا۔ بھائی منیر سارا دن ڈیوٹی پر رہتے، صرف شام کے وقت کچھ عرصہ کے لئے ہم لوگوں کی خیریت معلوم کرنے گھر آتے۔ ایک دن والدہ صاحبہ نے کوئی اشد ضروری چیز لانے کے لئے مجھے بازار بھیجا۔ بازار کے باہر ریتی چھلے کے نزدیک کوئی صاحب سٹیج پر سفید کپڑے کی ٹوپی، قمیص اور دھوتی پہنے ہوئے بڑے جوش وخروش سے تقریر کر رہے تھے، سامعین پر بے چینی کے آثار تھے، میں سراسیمگی کے عالم میں گھر پہنچا، سب گھر والے پریشان تھے کہ نجانے کہاں چلا گیا ہے؟ ابا جی افریقہ میں تھے۔ ہم بھائی بہن پریشان تھے۔ لوگ پاکستان جانے کے لئے بے چین تھے۔ ہر سُو نفسا نفسی کا عالم تھا۔ حکومت کی طرف سے مہیا کی گئی ٹرک نما بسیں کم پڑ رہی تھیں۔ رات کو ہر طرف سے گولیوں کے چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں خوف و ہراس اور ڈر کی وجہ سے ہر شخص اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گیا تھا۔ اچانک ایک شام گھر کے دروازے پر زور سے دستک نے سب گھر والوں کے دل دہلا دیئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، ہمارے خالہ زاد نور احمد جو فوج میں تھے فوجی ٹرک لے کر ہمیں لینے کے لئے آئے ہیں۔ ہم بھائی منیر کی ہدایات کے مطابق گھر میں ٹھہرے رہے۔ بھائی جان کی آخری جھلک جو میرے ذہن میں محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ بھائی جان والدہ کو مل رہے ہیں، والدہ انہیں بار بار ساتھ چلنے کے لئے کہہ رہی تھیں۔

جس شام ہم گھر سے روانہ ہوئے، سکھوں نے حملہ کیا، بھائی جان کے پاس ابّا جی کی دونالی بندوق تھی، بھائی جان نے خوب ڈٹ کر سکھوں کا مقابلہ کیا۔ صبح جب خدام بھائی جان کی خیریت معلوم کرنے گئے تو کیا دیکھا کہ بھائی جان چاروں شانے چت صحن میں خون سے لت پت پڑے تھے، پیٹ چاک تھا، انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اور ان کی روح کبھی کی جسدِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ابا جی کو جوان بیٹے کی شہادت کی خبر دیارِ غیر افریقہ میں ملی۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی توفیق سے یہ صدمہ بڑی بہادری سے سہا۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے 'تذکرہ شہدائے احمدیت' کے سلسلہ خطبات میں 11 جون 1999 کے خطبہ میں مسجد فضل لندن میں از راہِ شفقت بھائی منیر شامی شہید کا تذکرہ درج ذیل پُر شفقت الفاظ میں فرمایا:

''مکرم محمد منیر صاحب شامی

مکرم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ابو حنیفی کے ہاں تنزانیہ میں 1932 میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ 1947 کے دوران آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی ایس سی کے طالب علم تھے۔ آپ واقفِ زندگی تھے اور عربوں سے اپنی ہمدردی کی وجہ سے آپ کو لوگوں نے شامی مشہور کر دیا حالانکہ ملکِ شام سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن عربوں سے محبت ضرور تھی۔

اوصافِ حمیدہ

آپ خاموش طبع محنتی طالب علم تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ جماعت سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امامِ وقت کے ہر حکم پر

لبیک کہنے والے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مکرم ماسٹر چوہدری فضل داد صاحب مرحوم لائبریرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے لائبریری کی تمام انگریزی کتب پڑھ لی تھیں۔

واقعہ قربانی

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق اپنے گھر دارالرحمت قادیان برمکان پروفیسر مولانا خان ارجمند خان صاحب مرحوم محلّہ کی حفاظت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ گھر میں دو نالی بندوق تھی۔ اِدھر اُدھر سے سکھوں کے ہونے والے حملوں کے دوران خوب مقابلہ کرتے رہے۔ ایک رات سکھوں نے ان کے گھر کی دیوار پھاند کر اندھیرے میں آپ پر حملہ کیا اور آپ کو قربان (شہید) کر دیا۔ جب خدام کو حکم ہوا کہ وہ ہوسٹل میں جمع ہو جائیں تو آپ کو نہ پا کر بہت پریشان ہوئے جب پتہ کیا گیا تو آپ کو گھر کے صحن میں چت پڑا پایا گیا۔ آپ کی انتڑیاں باہر نکل چکی تھیں اور آپ اللہ کی راہ میں قربان ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے والد صاحب جو اِن دنوں تنزانیہ میں تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلص انسان تھے۔ دراصل ان سے اخلاص ورثہ میں پایا تھا۔ ان کی ڈائری میں بتاریخ 3 ستمبر 1947 یہ پُرخلوص عبارت درج ہے۔

’آج قادیان میں عزیز محمد منیر خاں شامی نے شہادت کی سعادت پائی۔ الحمدللہ ربّ العالمین۔‘

پسماندگان

آپ غیر شادی شدہ تھے، آپ کے تین بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب آج کل ٹورانٹو میں رہتے ہیں۔ ان کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے۔ محمد معین خان صاحب لاہور میں اور پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب ربوہ میں مقیم ہیں۔ جب کہ ان کی بہن خدیجہ بیگم صاحبہ مانٹریال میں آباد ہیں۔‘‘

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ۔ مورخہ 7 ستمبر 1999)

والد صاحب مرحوم اپنی زندگی کا واقعہ سنایا کرتے تھے:

’’ڈُوڈوما۔ تنزانیہ کے ہسپتال میں ایک دن ادھر اُدھر جاتے ہوئے میرا پاؤں پھسل گیا تو دوسرے ڈاکٹروں نے جو سب انگریز تھے مزاحاً فقرہ بازی کی," لگتا ہے ڈاکٹر خان کے بچے رات کے وقت خان کو سونے نہیں دیتے، اس لئے دن کے وقت پھسل پھسل پڑ رہا ہے۔ بھلا ہمیں بتاؤ تو سہی اتنے بچوں کا کیا کرو گے؟ میں نے انہیں جواب دیا:

"God willing I will make of them a doctor, an engineer, a clergy man and a teacher"!

(انشاء اللہ میں ان میں سے ایک ڈاکٹر، ایک انجینئر، ایک عالمِ دین اور ایک استاد بناؤں گا) ابا جی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کو بہتر رنگ میں پورا کیا اور مجھے ایک شہید بھی عطا کر دیا۔ فالحمدُ للہِ علی ذالک۔

درخواستِ دُعا

آخر میں میں جہاں بھائی جان منیر شہید اور ابا جی مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں، وہاں بھائی ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ امتہ الرشید صاحبہ، مسس ساگا اور ہمشیرہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالمنان صاحب قریشی مانٹریال، حال ہیلی فیکس کی بحالیٔ صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دُعا کی درخواست کرنے کے ساتھ خاکسار اپنی اہلیہ محترمہ رشیدہ تسنیم صاحبہ اور بچوں کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ہر طرح سے حامی و ناصر ہو۔ آمین

میرے منجھلے بھائی محمد معین خان صاحب حال میامی امریکہ اور ان کی بیگم نصرت محمودہ صاحبہ کی صحت کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ گزشتہ دنوں ان کی بہو سعدیہ اہلیہ ذیشان احمد خان صاحب ایک خطرناک موٹر کے حادثہ میں زخمی ہو گئی ہیں، ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ گردے کام نہیں کر رہے۔ ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ احباب سے عاجزانہ درخواست ہے کہ ہمارے تمام عزیزوں کے لئے دعا کریں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

پرویز احمد صاحب

مسعود احمد خورشید سنوری، لندن

''ہم قدم قدم پر خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اُس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں۔''
(المصلح الموعودؓ)

چھ سال قبل فون پر مجھے ایک احمدی دوست نے اطلاع دی کہ ایٹلانٹا، جارجیا میں ایک دوست جیل میں ہیں۔ کیا آپ اُن کی مدد کر سکتے ہیں؟ ان کا نام پرویز احمد ہے وہ لاہور کے رہنے والے ہیں ان کو دوبئی سے کینیڈا جانا تھا۔ لیکن اُن کو وہاں سے کینیڈا والی فلائیٹ میں جگہ نہ ملی بلکہ امریکہ کی ایٹلانٹا کی فلائیٹ میں سوار کرا دیا گیا۔ اور ایٹلانٹا میں جب فلائیٹ تبدیل کر کے کینیڈین ایئر لائنز کے ذریعے جانے لگے تو وہاں پولیس نے اُن کے کاغذات مشتبہ ہونے کی وجہ سے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا۔ دراصل دوبئی کے ایجنٹ نے اُن سے کثیر رقم لینے کے باوجود ان کا اصل پاسپورٹ لے لیا اور کوئی دوسرا پاسپورٹ دے دیا۔ دوبئی کے ایجنٹ نے ان سے سراسر دھوکا کیا جس کی وجہ سے یہ اِس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔

خاکسار، جارجیا جماعت کے پریذیڈنٹ محترم محمود احمد صاحب، برادرم نفیس الرحمٰن صاحب اور دیگر احمدی دوست جیل میں جا کر پرویز احمد سے ملاقات کرتے رہے اور تین چار ماہ کے بعد ضمانت داخل کرانے پر ان کو شہر میں لے آئے۔ ایک احمدی دوست مکرم علی شاکر صاحب نے ضمانت کے لئے تمام ضروری کاغذات بنوا کر دئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے، آمین۔

بعض وجوہ سے چونکہ ایٹلانٹا (جارجیا) میں پرویز احمد کا کیس (Case) اسائیلم کیلئے منظور ہونا مشکل نظر آتا تھا لہٰذا واشنگٹن میں کیس لے جانے کا فیصلہ کیا گیا وہاں پر ورجینیا جماعت کے جنرل سیکرٹری مکرم عثمان کھمن صاحب سے رابطہ کیا گیا اور اُنہوں نے نہایت مہربانی سے ان کا کیس وہاں ایک وکیل کے ذریعے داخل کروایا اور سال ڈیڑھ سال تک اس احمدی بھائی کی ہر طرح مدد کرتے رہے۔ جب کبھی بھی عدالت میں یا وکیل کے ہاں جا کر بیانات دینے یا ذاتی ضمانت دینے کی ضرورت پیش آئی تو مکرم عثمان کھمن صاحب نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں احسن رنگ میں جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔ اس طرح پرویز احمد صاحب کو اسائیلم مل گیا۔

چالیس سالہ مضبوط دراز قد جوان پرویز احمد ماشاءاللہ حسین وجمیل ہونے کے علاوہ شرمیلا، کم گو، بےنفس اور اچھے اخلاق کا مالک تھا۔

پرویز احمد نے وقتاً فوقتاً مجھے اپنے ذاتی حالات بھی بتلائے۔ لاہور میں بی۔اے تک تعلیم حاصل کی کچھ سال فوٹوگرافی کا کام کیا اور اسی سلسلہ میں جدّہ (سعودی عرب) میں چھ سات سال کام کیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے چھ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ بعدازاں جرمنی آ گیا اور جرمنی میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے تین مرتبہ جرمنی سے لندن آ کر جلسہ سالانہ جماعت UK میں شمولیت کی توفیق ملی۔

جرمنی میں چھ سال قیام

مکرم رحیم بخش صاحب حال مقیم لندن جو کہ جرمنی کے ضلع Badhomburg کی جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ تھے، اُن سے میں نے پرویز احمد کے بارہ میں دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا:

''پرویز احمد نے جرمنی کی جماعت Badhomburg میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی کیونکہ اُس علاقہ ہی میں اُن کی رہائش تھی۔ وہ اکیلے ہی تھے یعنی اُن کے خاندان کا کوئی اور فرد وہاں نہیں تھا۔ اُن کے بھائی بہن اور والدہ لاہور میں قیام پذیر تھیں اور ان میں سے کسی نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ پرویز احمد نے احمدیت قبول کرنے کے بعد بہت اخلاص کا مظاہرہ کیا اور ان کے اخلاص کی وجہ سے وہ خدام الاحمدیہ میں بطور ناظم مال متعین

ہوئے۔ چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔اُن کا جماعت کے دوستوں سے ہمیشہ مخلصانہ رویہ رہا۔جرمنی میں اسائیلم نہ لے سکے اور اُن کو واپس پاکستان جانا پڑا۔''

پرویز احمد صاحب کے احمدی دوستوں نے جو کہ جرمنی سے کینیڈا چلے گئے تھے ان کو مشورہ دیا کہ وہ کینیڈا آجائیں اسی لئے وہ لاہور سے دوبئی آئے اور ایجنٹ کے ذریعے کینیڈا کا سفر اختیار کیا لیکن یہ سفر مشکل کا باعث بن گیا۔
پرویز احمد نے واشنگٹن پہنچنے کے بعد جلد ہی Job شروع کردی۔ میں نے مختلف خاندانوں میں اُس کے لئے رشتہ کروانے کی کوشش کی بالآخر محترم مولانا داؤد احمد حنیف صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ (جو اُن دنوں میں نیویارک میں مربی کی حیثیت سے متعین تھے) کی صاحبزادی مکرمہ فائقہ صاحبہ سے رشتہ طے ہوگیا۔اور بفضلہٖ تعالیٰ نکاح کی رسم ہوئی اور شادی ہوگئی اور یہ ورجینیا (امریکہ) میں قیام پذیر ہوگئے۔فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔
دوسال کا عرصہ بخوبی گزر گیا۔محنت سے کام کرنے کے عادی تھے،محکمہ پوسٹ آفس میں بہت اچھا کام کیا اور اُنہوں نے ان کو ریاست کیلیفورنیا میں کام کرنے کی پیشکش کی لیکن انہوں نے منظور نہ کیا اس کے بعد مختلف جگہ کام کرتے رہے پھر کام کے علاوہ ٹیکسی چلانی شروع کردی۔11 جون 2006 کی شب کو ٹیکسی سٹینڈ سے ان کو کوئی شخص لے گیا اور ان کو 3 گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت پاکیزہ دعائیہ کلام میں پرویز احمد کے لئے میری دُعا ہے ؎

اے خُدا! بر تُربتِ اُو، بارشِ رحمت ببار
داخلش کُن، از کمالِ فضل، در بیت النعیم

نیز مارا، از بلاہائے زماں محفوظ دار
تکیہ گاہے ماتوئی، اَے قادر و رَبِّ رحیم

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

میری رہائش اٹلانٹا (جارجیا) میں تھی اور پرویز احمد ورجینیا چلا گیا تھا وہاں سے وقتاً فوقتاً فون پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ستمبر 2002 میں خاکسار بھی ورجینیا چلا گیا۔وہاں وہ میرے بہت سے کاموں میں مجھے اپنی کار میں دفتروں میں لے جایا کرتا اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے ورجینیا جماعت کے سنٹر یا بیت الرحمٰن مسجد میں بھی ہم اکٹھے جاتے جس کے لئے اسے دوپہر بارہ بجے میرے گھر آنا ہوتا تھا اور ایک گھنٹے کا سفر طے کر کے جمعہ میں شامل ہوتے جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد کئی مرتبہ ہم دونوں کسی ریسٹورانٹ میں جا کر کھانا کھاتے اور اگر مجھے کبھی کوئی خریداری کرنا ہوتی تو وہ بھی اسی کے ساتھ ہوتی اور پھر ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ مجھے میرے گھر واپس چھوڑنے آتا۔الغرض تقریباً چار گھنٹے تک کا ہمارا ساتھ رہتا۔
اسی طرح اگر کوئی جماعتی جلسہ ہوتا تو بھی وہ مجھے ہمراہ لے جایا کرتا۔اس سفر کے دوران میری اُس سے اُس کے ذاتی معاملات کے علاوہ جماعتی امور اور مسائل پر گفتگو ہوتی۔وہ ہمیشہ نرم لہجے میں اور ادب سے بات کرتا اور کبھی کوئی گلہ شکایت یا تلخی کی بات نہیں کرتا تھا۔اپنے جرمنی کے دوست احباب سے فون پر مسلسل رابطہ رکھا اور ان سب کو ہمیشہ اچھے تعریفی کلمات سے یاد رکھتا تھا۔موبائل فون پر اپنی والدہ صاحبہ اور بہنوں سے پیار بھرے الفاظ میں گفتگو کرتا اور انہیں لاہور رقم بھیجنے کا ذکر بھی کیا کرتا تھا۔
مؤرخہ 13 جون 2006 کی شام کو 6 بجے مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن امریکہ میں مرحوم کی نماز جنازہ (سینکڑوں سوگوار احمدی احباب و مستورات نے جو واشنگٹن، نیویارک اور کئی دوسری جماعتوں سے آکر شامل ہوئے) ادا کی گئی جو کہ محترم مولانا داؤد احمد حنیف صاحب نے پڑھائی۔اور ان کا جسدِ خاکی اُن کی والدہ صاحبہ کی درخواست پر تدفین کے لئے لاہور پاکستان لے جایا گیا۔میری دعا ہے کہ مولا کریم مرحوم پرویز احمد کی والدہ صاحبہ اور ان کے خاندان کے افراد اور مکرم محترم داؤد احمد حنیف صاحب،اُن کی بیگم صاحبہ اور ان کی صاحبزادی مکرمہ فائقہ صاحبہ اہلیہ پرویز احمد اور دیگر افراد خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور سب کا خود حامی و ناصر ہو،آمین اللّٰھم آمین۔

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

امام جماعت احمدیہ

لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصــــر

پیارے عزیزم انعام الحق کوثر صاحب مبلغ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی فیکس محررہ ۷ر مئی ۰۶ء موصول ہوئی جس میں آپ نے لکھا ہے کہ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لئے اس وقت تک 3.5 ملین ڈالرز کی رقم جمع ہو گئی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس مالی تحریک میں شامل ہونے والے احباب کے اموال میں برکت ڈالے ان کی قربانی کو قبول فرمائے اور اس کو ان سب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

5-8-06

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے احمدیہ گزٹ یوایس اے کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ اس کی اشاعت بابرکت فرمائے اور قارئین کو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کے نیک نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین۔

جملہ کارکنان کو میری طرف سے محبت بھرا سلام دیں۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس